کتاب وسنت اور اسلافِ اُمّت کی تعلیمات کا علمبردار
ماہنامہ
اشرف الجرائد حیدرآباد
Volume:12 Issue:5 May 2019
مدیر
مولانا محمد عبدالقوی
ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد
www.idara.info
1

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

آئینۂ مضامین

اشرف الجرائد کی توسیع و اشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ ادارہ

فرضیتِ صیام کا مقصد!!

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی مدظلہٗ *

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ　بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾

(سورۃ البقرہ)

ترجمہ: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بنو۔

تشریح: اللہ تعالیٰ نے کلام مجید کی اس آیت میں روزوں کا مقصد بیان فرمایا کہ تقویٰ حاصل ہو، قرآن مجید میں متعدد مقامات پر تقویٰ اختیار کرنے کی تاکید کی گئی چناں چہ ارشاد باری ہے: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ (الحشر:۱۸) (اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے اور چاہئے کہ ہر شخص دیکھ لے کہ اس نے کل کے واسطے کیا بھیجا ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو!) ایک اور مقام پر فرمان الٰہی ہے: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ (آل عمران:۱۰۲) (اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے جیسا کہ اس سے ڈرنا چاہئے اور نہ مرو مگر مسلمان ہو کر۔) ایک اور جگہ اللہ جل شانہٗ نے فرمایا: اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ط (الحجرات:۱۳) (تم میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے معزز وہ شخص ہے جو تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہے۔)

تقویٰ کے معنیٰ ہیں بچنے کی کوشش کرنا یعنی ایسا راستہ اختیار نہ کرنا جس کا سرا جہنم تک پہنچتا ہو، اپنے آپ کو گناہوں سے بچانا اور اس کی مشق کرنا، اس کا ملکہ اپنے اندر پیدا کرلینا اور اس انداز سے یہ صفت اختیار کرلینا کہ گناہوں سے بچنے کی عادت اور مزاج بن جائے (یہی تقویٰ کہلاتا ہے)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حدود کے اندر رکھ کر زندگی بسر کرے اور اسے اس بات کا ڈر رہے کہ اگر اس نے

* مہتمم دار العلوم دیوبند

ان حدود کو توڑا تو اللہ کے سوا اسے سزا سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بارہا اپنے خطبات میں ارشاد فرمایا: اوصیکم بتقویٰ اللہ والسمع والطاعة یعنی میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی لہٰذا تم اللہ سے ڈرتے رہنا، اس کی نافرمانی سے بچتے رہنا اور اس کے کسی حکم سے منہ نہ موڑنا۔ ایک مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے بارے میں ارشاد فرمایا: اما واللہ انی لاتقاکم للّٰہ و اخشاکم لہ۔ (صحیح مسلم) ''میں تم میں سب سے زیادہ اللہ کا تقویٰ رکھنے والا اور سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں، خشیت اور تقویٰ میں ساری مخلوق اور سارے انسانوں میں بڑھا ہوا ہوں'' اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز اور سب سے زیادہ مکرم تھے۔

تقویٰ کیا ہے؟ تقویٰ ایک معروف لفظ ہے جس کا حکم کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں متعدد مواقع پر دیا گیا'' اتقوا اللہ ''اللہ سے ڈرتے رہو''، اللہ کی نافرمانی سے بچتے رہو، اس کی حکم عدولی اور اس کی مخالفت سے اجتناب کرو۔ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے تقویٰ کی تعریف پوچھی تو حضرت ابی بن کعبؓ نے حضرت عمر فاروقؓ سے سوال کیا؛ کیا آپ کا گزر کسی خاردار راستے سے ہوا ہے؟ آپ نے جواب دیا ہاں! پھر پوچھا کہ اس راستہ سے آپ کے گذرنے کی کیا کیفیت رہی؟ تو حضرت عمر فاروقؓ فرمانے لگے میں کانٹوں سے بچ بچ کر اور اپنے کپڑوں کو بالکل سمیٹ کر نہایت احتیاط سے گذر گیا۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا کہ بس یہی تقویٰ ہے۔

علامہ ابن قیمؒ نے تقویٰ کے تین درجات بیان فرمائے ہیں (۱) پہلا درجہ: دل اور اعضاء وجوارح کو معاصی اور محرمات سے محفوظ رکھنا (۲) دوسرا درجہ: دل اور اعضاء وجوارح کو مکروہات سے بچانا (۳) تیسرا درجہ: دل اور اعضاء وجوارح کو فضول ولایعنی امور سے باز رکھنا۔

تقویٰ والی زندگی مسلمان کے لیے لازمی وضروری ہے؛ کیوں کہ صفتِ تقویٰ صرف اجتماعی ومعاشرتی زندگی ہی میں اوامر ونواہی کا پابند نہیں بناتی؛ بلکہ انفرادی اور نجی زندگی میں بھی تعمیرِ حیات اور تطہیرِ نفس کا سبب بنتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بہت سے روزہ دار ایسے ہیں کہ جن کو بھوک اور پیاس کے علاوہ کچھ نہیں ملتا اور بہت سے رات کو جاگنے والے ایسے ہیں کہ جن کے حصہ میں صرف جاگنے کے علاوہ کچھ نہیں آتا، روزہ رکھا؛ لیکن کچھ نہیں پایا، رات بھر بیدار رہا مگر کچھ نہیں ملا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من لم یدع قول الزور والعمل بہ فلیس للّٰہ حاجة فی ان یدع طعامہ وشرابہ (صحیح بخاری)۔۔۔۔۔ (بقیہ صفحہ: ۴۷ پر)

دلوں کی صفائی کا نسخۂ کیمیا

از: مرتب

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "إِنَّ هٰذِهِ الْقُلُوبَ تَصْدَأُ، كَمَا يَصْدَأُ الْحَدِيدُ إِذَا أَصَابَهُ الْمَاءُ" قِيلَ: يَا رَسُولَ اللّٰہِ، وَمَا جِلَاؤُهَا؟ قَالَ: "كَثْرَةُ ذِكْرِ الْمَوْتِ، وَتِلَاوَةُ الْقُرْآنِ" (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ قلوب زنگ آلود ہو جاتے ہیں جیسے لوہا زنگ خوردہ ہو جاتا ہے جب اُسے پانی لگتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا، پھر اُسے کیسے صاف کیا جائے گا؟ تو فرمایا: موت کا کثرت سے ذکر کرنا اور قرآن کی تلاوت کرنا۔

تشریح: حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ بندوں کے دل کبھی مقامِ رفعت میں اپنی انتہاء پر ہوتے ہیں اور جلوہ گاہِ تجلیات ربانی بن جاتے ہیں، اور کبھی نہایت نچلی سطح پر ہوتے ہیں، یعنی کبھی قلوب بہت اچھے ہوتے ہیں اور کبھی بہت خراب ہوتے ہیں۔ اس حدیثِ مبارکہ میں اہلِ ایمان کو اسی جانب توجہ دلائی گئی ہے کہ یہ قلوب جن میں تجلیاتِ الٰہیہ سے پُر رونق ہونے کی صلاحیت ہے، اور ابھی نورِ ایمان سے جگمگا رہے ہیں، یہ خیال نہ ہو کہ ہمیشہ ایسے ہی رہیں گے کبھی اغوائے شیطانی کا شکار ہو کر، نفسانی خواہشات کی پیروی کر کے، غفلتوں میں پڑ کر بداعمالیوں کی وجہ سے ایسے ہی زنگ آلود ہو جاتے ہیں جیسے کہ لوہے کو پانی لگ جانے سے وہ زنگ خوردہ ہو کر خراب ہو جاتا ہے۔ اس لئے اہلِ ایمان کو اس پر نظر رکھنا چاہیئے کہ کہیں گناہوں سے ان کا دل سیاہ تو نہیں ہو رہا ہے؟ کہیں آئینۂ دل پر زنگ تو نہیں لگ رہا ہے؟ دل زنگ آلود ہونے کیا اثر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ طاعات وعبادات سے جی اُٹھ جاتا ہے، ہدایت کی باتوں پر عمل کی توفیق نہیں ہوتی، بُرائی کی طرف قدم اُٹھنے لگتے ہیں، کاموں میں مشکلات پیش آتی ہیں، مصائب دور نہیں ہوتے، دلی سکون ختم ہو جاتا ہے، وغیرہ تو سمجھنا چاہیئے کہ دل کو زنگ لگ

رہا ہے، اوراس کی صفائی کی فکر کرنی چاہیئے۔اسی کو قرآن میں بل ران علی قلوبھم ما کانو یکسبون سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ صحابہ کرامؓ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے ان کی روحوں کو اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا صیقل یعنی زنگ دور کرنے کا آلہ معلوم کرلیا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس زنگ کو دو چیزوں سے دور کیا جاسکتا ہے، ایک موت کو کثرت سے یاد کرنا، دوسرے قرآن مجید کی تلاوت کرنا۔

سبحان اللہ! نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا نسخۂ کیمیا امت کو عطا فرمایا، موت کو کثرت سے یاد کرنے سے آدمی کے گناہ کم ہونے لگتے ہیں، اُسے عدالتِ خداوندی میں حاضر ہونے کا خوف اور حساب کتاب دینے کا احساس گناہ اور معاصی سے روکتا رہے گا اور دل مزید خراب ہونے سے بچ جائے گا، دوسرے تلاوت قرآن سے نیکیاں بڑھنے لگیں گی، آیاتِ کریمہ کے نور سے دل روشن ہونے لگے گا، تو دل بدی سے ہٹنے لگے گا اور نیکی کی طرف قدم اُٹھنے لگیں گے اور قرب خداوندی کی منزلیں طے ہونے لگیں گی، دھیرے دھیرے سارا دل مجلّٰی اور روشن ہوجائے گا اور پھر پہلے کی طرح تجلیات ربانی کی جلوہ نمائیوں کے قابل ہوجائے گا۔

شارحینِ حدیث فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو واعظ اور ناصح عطا فرمائے ہیں (۱) موت، خاموش واعظ ہے، موت کا کثرت سے تذکرہ انسان کی لذتوں اور نفسانی خواہشات کو مضمحل کردیتا ہے۔(۲) قرآن مجید بولنے والا واعظ اور ناصح ہے کہ قرآن میں جگہ جگہ آیاتِ تذکیر اور آیات قدرت، آیات ترہیب، جنت وجہنم کے حالات، پچھلی قوموں کی بداعمالیوں کے سبب تباہیوں وبربادیوں کے واقعات کا بیان آیا ہے جسے پڑھ پڑھ کر انسان اپنی حالت پر غور کرے گا اور گناہوں ونافرمانیوں کی زندگی سے خود کو باز رکھے گا۔

اس لئے ہمیں چاہیئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اِس نسخۂ اکسیر کو ہم ضرور استعمال کریں، دل کی کدورتوں اور میل کچیل کو صاف کر کے اُسے محبتِ الٰہی اور انوار وبرکاتِ نبوت کو قبول کرنے کے لائق بنائیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین

پیش گفتار

تبلیغِ عام کا سیدھا سادا کام

دعوت وتبلیغ کے کام کے ابتدائی احوال کو جاننے کے لئے کیے گئے مطالعے کا دوران کچھ ضروری مواد جمع کیا گیا تھا، اسی کا ایک حصہ اس ماہ کے اداریے میں پیش خدمت ہے، امید ہے کہ بالخصوص دعوت کے ساتھیوں کے لئے نافع ثابت ہو۔ محمد عبد القوی غفرلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ وبہ نستعین

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ دیگر دینی واصلاحی تحریکوں کی طرح اس تحریک کا کوئی پیشگی منصوبہ، عملی خاکہ اور دفتری عملہ نہ تھا، ایک بندۂ خدا کی مسلسل فکروں اور ایک مخصوص طبقے کو بے دینی سے دین کی طرف راغب کرنے کی کوششوں کے ضمن میں یہ تحریک خود بہ خود وجود میں آئی اور پھیلتی چلی گئی، گو اس کے پیچھے غیبی نصرتیں اور الہامی تدبیریں اور بشارتیں کارگر ہوں مگر عملاً کوئی تحریری خاکہ یا باقاعدہ دستور و منشور نہیں بنایا گیا تھا، بلکہ اس سے قصداً اجتناب کیا جاتا رہا تھا، حالات واطلاعات کی روشنی میں مولاناؒ ہدایات دیتے رہے اور کام کی شکلیں بنتی رہیں، جب کہ یہ ہدایات بھی مسلسل بدلتی رہیں، ذیل میں مولاناؒ کے حالات، ملفوظات اور مکتوبات کا مطالعہ کر کے ان کے منشاء و مقصود کو مرتب طریقے پر پیش کرنے کی کچھ کوشش کی گئی ہے، تاکہ کام کی حقیقت کو سمجھنے کے لئے ایک خاکہ سامنے آجائے جس میں سوائے کسی کلمہ یا جملہ کی تسہیل وترتیب کے اپنی طرف سے کوئی تصرف نہیں کیا گیا ہے۔

۱) تحریک کا مقصد یا محرک کی فکر:

● ہماری اس تحریک کا اصل مقصد ہے مسلمانوں کو جمیع ما جاء بہ النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سکھانا (یعنی اسلام کے پورے علمی وعملی نظام سے امت کو وابستہ کر دینا) یہ تو ہے ہمارا اصل مقصد۔ (ملفوظ: ۲۴)

● ہمارا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے ہوئے طریقوں کو زندہ کرنا ہے اور وہ شریعت، طریقت اور سیاست ہے۔ (ارشادات ومکتوبات: ص:۲۲)

۲) تحریک کا مناسب ترین وقت:

● ابھی کام کا وقت ہے، عن قریب دین (اور مسلمانوں) کے لئے دو زبردست خطرے درپیش ہیں، ایک خطرہ ''شدھی'' تحریک کی طرح کفر کی تبلیغی کوششوں کا ہے جو جاہل عوام میں ہوگی۔ دوسرا خطرہ الحاد و دہریت کا ہے جو مغربی حکومت وسیاست کی طرف سے (تعلیم یافتہ طبقے میں) آرہا ہے، یہ دونوں (خطرات) سیلاب کی طرح آئیں گے، جو کچھ کرنا ہے ان کے آنے سے پہلے کرلو۔ (ملفوظ: ۸۳)

۳) کام کا بنیادی اصول یہ رکھا گیا:

ہمارے اس کام میں اخلاص اور صدق دلی (صفائے قلب) کے ساتھ اجتماعیت اور اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (یعنی مل جُل کر باہمی مشورے سے کام کرنے) کی بڑی ضرورت ہے، اس کے بغیر بڑا خطرہ ہے۔ (ملفوظ: ۶۵)

۴) اس کا ابتدائی ذریعہ خروج تجویز ہوا:

● قافلوں کی یہ چلت پھرت اور تبلیغی گشت سو یہ مقصد یعنی پورے دین پر امت کو لانے کے لئے ابتدائی ذریعہ ہے۔۔۔۔۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ ہمارے قافلے (جو اکثر غیر اہل علم ہوتے ہیں) پورا کام نہیں کر سکتے، ان سے تو بس اتنا ہی ہوسکتا ہے کہ ہر جگہ پہنچ کر اپنی جدو جہد سے (سماج میں) ایک حرکت و بیداری پیدا کریں۔ (ملفوظ: ۲۴) (یعنی اپنی اپنی جانی و مالی قربانیوں کے ساتھ بے طلبوں میں جانا اور ان کے اندر دین و ایمان کے تحفظ کی فکریں پیدا کرنا، جس کو تبلیغ میں خروج ونفر سے تعبیر کیا جاتا ہے)۔

۵) خروج کا مقصد دو چیزیں ہیں:

● غافلوں کو متوجہ کر کے وہاں کے مقامی اہل دین سے وابستہ کرنے کی اور اہلِ دین (یعنی علماء وصلحاء) کو بے چارے عوام کی اصلاح پر لگا دینے کی کوشش کرنا۔۔۔۔۔ (کیوں کہ) عوام کو زیادہ فائدہ اپنی جگہ کے اہلِ علم سے استفادہ کرنے میں ہوگا۔ (ملفوظ: ۲۴)

● تبلیغی جماعتوں کے نکلنے کا مقصد صرف دوسروں کو پہنچانا اور بتانا ہی نہیں ہے بلکہ اس کے ذریعہ سے اپنی اصلاح اور اپنی تربیت بھی مقصود ہے، لہٰذا نکلنے کے زمانے میں علم اور ذکر کا بہت زیادہ اہتمام کیا جائے، علمِ دین

اورذکراللہ کے اہتمام کے بغیر (محض) نکلنا کچھ بھی نہیں ہے۔(ملفوظ:۱۳۴)

● تمہارے نکلنے کا مقصد (عملاً) تین چیزوں کا زندہ کرنا ہے، ذکر، تعلیم اور تبلیغ، یعنی تبلیغ کے لئے نکلنے والوں کو (ذمہ دار حضرات) ذکر اور تعلیم کا پابند کریں، (وقت ضائع نہ کریں) لایعنی (کاموں اور باتوں) سے خود بھی بچیں دوسروں کو بھی بچائیں۔

۶)ان مقاصد کا اصل وسیلہ علم وذکر ہے:

● دین کا اگر علم نہ ہو تو اسلام وایمان محض رسمی اور اسمی ہیں، اور ذکراللہ کے بغیر علم سراسر ظلمت ہے۔۔۔۔۔ لہٰذا علم وذکر کی اہمیت کو اس سلسلۂ (دعوت وتبلیغ) میں کبھی فراموش نہ کیا جائے۔(ملفوظ:۳۵)

۷)علم کا مستقل اور جامع نصاب ہونا چاہئے:

● علم کے لئے میرا جی چاہتا ہے کہ محکمۂ تبلیغ سے نصاب مقرر کیا جاوے، اس سلسلۂ (تبلیغ) کے ترقی پکڑ جانے (یعنی چل پڑنے) کے بعد آپ (حضرت مولانا علی میاںؒ) جیسے اہل علم کے مشورہ کی ضرورت ہوگی۔ (مکاتیب:۲۸) ان سب کی اصل کو بہ طور متن ٹھیرا کر ان ہی مضامین کی اور کتب سے تکمیل کی جائے تو اور بہتر ہے۔

(مکتوبات:۵۳)

۸)عارضی اور ابتدائی نصاب یہ رکھا گیا:

● فی الحال میں نے اپنی طبیعتِ نارسا سے پانچ کتابیں تجویز کر رکھی ہیں۔ ۱) جزاء الاعمال، ۲) راہِ نجات، ۳) فضائل نماز، ۴) حکایات صحابہؓ، ۵) چہل حدیث۔ (مکاتیب:۲۸)

● بندۂ ناچیز اس امر کا بڑا متمنی ہے کہ تبلیغ کی لائن میں قدم رکھنے (یعنی نکلنے والے) ان چند کتابوں کے ساتھ تین انداز میں بہت اشتغال رکھیں (چاہے) تھوڑا وقت لگائیں مگر پابندی سے لگائیں۔ ۱) نکلنے کے زمانے میں تنہائی میں مطالعہ کرتے رہنا، ۲) مجمعوں میں ان مضامین (پر عمل) کی دعوت دینا، ۳) مجمعوں اور تذکروں (حلقوں) میں ان مضامین (یعنی کتابوں) کا دوسروں سے سننا، (وہ کتابیں یہ ہیں) جزاء الاعمال، چہل حدیث، حکایات صحابہؓ، فضائل نماز، فضائل تبلیغ (یعنی موجودہ فضائل اعمال) اور مولانا احتشام الحسنؒ کی فضائل تبلیغ۔(مکاتیب:۴۰)

● نصابِ تعلیم کا ایک اہم جز تجوید بھی ہے، قرآن شریف اچھی طرح پڑھنا بہت ضروری ہے، (حدیث میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تغنی بالقرآن کی جو سخت تاکید کی گئی ہے) تجوید دراصل اسی کا نام ہے جو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منقول ہوکر ہم تک پہونچی ہے، لیکن (چوں کہ) تجوید کی (باقاعدہ تعلیم) کے لئے جتنا وقت درکار ہے وہ نکلنے کے زمانے میں مل نہیں سکتا، اس لئے ان ایام میں صرف اس کی کوشش کی جائے کہ لوگوں کو اس کی ضرورت کا احساس ہوجائے، کچھ مناسبت ہوجائے اور (آئندہ) مستقل وقت صرف کرنے پر آمادہ ہوجائیں۔ (ملفوظ:۲۰۲)

● ہر مبلغ تبلیغ کے زمانے میں دس پندرہ منٹ تجوید سیکھنے پر خرچ کرے۔ (ارشادات ومکتوبات:ص:۱۷)

۹) پڑھے لکھے لوگوں کے لئے نصاب:

● حضرت تھانویؒ نے بہت بڑا (علمی) کام کیا ہے، میرا دل چاہتا ہے کہ تعلیم (تعلیمات) تو ان کی ہوں اور طریقِ تبلیغ میرا ہو (کیوں) کہ اس طرح ان کی تعلیم (تعلیمات) عام ہوجائیں گی (اس کے لئے الگ سے کتابیں تجویز یا تحریر کرنے کی ضرورت نہ پڑے گی) (ملفوظ:۵۶)

● حضرت تھانویؒ سے منتفع ہونے (یعنی ان کی ذات اور تعلیمات سے صحیح معنوں میں فائدہ اٹھانے) کے لئے ضروری ہے کہ دل میں ان کی اور ان کے (تربیت یافتہ) لوگوں کی محبت ہو، اور ان کی کتب سے استفادہ کیا جائے، ان کی کتابوں کے مطالعہ سے علم آئے گا اور ان کے آدمیوں (کی صحبت سے) عمل (میں ترقی ہوگی)۔

۱۰) علماء کے لئے نصاب:

اور علماء کے لئے (کتب حدیث میں سے) کتاب الایمان والاعتصام بالکتاب والسنۃ، کتابُ العلم، کتاب الجہاد، کتاب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر، کتاب الادب، کتاب الرقاق، کتاب الفتن (مطالعے میں رکھنا)۔ (تبلیغی کام ص:۲۲)

۱۱) علم اہل علم سے اور ذکر اہلِ ذکر سے سیکھنا چاہئے:

علم وذکر میں یہ مشغولیت اس راہ کے اپنے بڑوں (یعنی علماء ومشائخ) سے وابستگی رکھتے ہوئے (ہونی چاہئے) اور ان کی زیرِ ہدایت ونگرانی (ہونی چاہئے، جیسے) انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا علم وذکر اللہ تعالیٰ کی زیرِ ہدایت تھا اور صحابہ کرامؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے علم وذکر لیتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان (صحابہؓ) کی پوری پوری نگرانی فرماتے تھے۔ (یہ سلسلہ آگے بڑھا تو) اسی طرح ہر زمانے کے لوگوں نے اپنے بڑوں سے علم وذکر کو لیا اور ان کی نگرانی اور رہنمائی میں ہی (تعلیم وتربیت کی) تکمیل کی، (چنانچہ) آج بھی ہم (دین کی سلامتی کے لئے) اپنے بڑوں کی نگرانی کے محتاج ہیں، ورنہ (علماء ومشائخ سے آزاد ہوکر کام کرنے کی صورت میں) شیطان کے جال

میں پھنس جانے کا بڑا اندیشہ ہے۔(ملفوظ:۴/۱۳۴)

۱۲)نظامِ تربیت عوام وخواص سب کے لئے ضروری ہے:

● "اللہ کی رضا اور محبت کے بعد انسان کے لئے جو بہترین سرمایہ ہے وہ اللہ والوں کی محبت کا ہے دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ شانہ میرے لئے اس قیمتی سرمائے کو قیامت تک سلامت اور بڑھتا رکھے۔(آمین)"۔

(مکتوبات)

● عمل بلاصحبت اور صحبت بلاعمل خطرہ سے خالی نہیں ہوتی، اور ہر ایک کے الگ الگ اصول ہیں، بلا اصول کے (صحبت میں رہنا) بھی خطرے سے خالی نہیں، جو کچھ کر رہے ہو بہت غنیمت ہے مگر نہایت عظمت کے ساتھ (میرے) پاس آکر رہنے کی بھی ضرورت ہے، آنے سے پہلے آدابِ صحبت سے واقف ہونا بھی ضروری ہے۔(مکتوبات:۸۹)

● (اہلِ میوات کو ضروری ہدایات دیتے ہوئے لکھا ہے) جن لوگوں کو بارہ تسبیح ذکر کا پابند کیا گیا تھا، ۱۔وہ ذکر برابر کر رہے ہیں یا نہیں، ۲۔بیعت کے بعد والی ہدایت پر عمل ہو رہا ہے یا نہیں، ۳۔جو لوگ ذکر کر رہے ہیں وہ ہم سے پوچھ کر کر رہے ہیں یا خود ہی دیکھا دیکھی شروع کر رکھا ہے، اپنے اپنے علاقوں میں تحقیق کر کے پوری تفصیل مجھے اور شیخ الحدیث صاحب کو بھیجی جائے، ۴۔نیز جو لوگ بارہ تسبیح ذکر (پابندی سے) کر رہے ہیں اُن کو ایک چلّہ خانقاہِ رائے پور میں (بھی) گذارنے کی تاکید کی جائے۔(مکاتیب:۷/۱۳)

۱۳)کوئی امیر مستقل بالذات اور اکابر سے مستغنی نہ بنے:

● (اپنے بعض خدام سے فرمایا) حضرت فاروقِ اعظمؓ (اپنے رفقاء) حضرت ابوعبیدہؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ سے فرماتے تھے کہ "میں تمہاری نگرانی سے مستغنی (بے نیاز) نہیں ہوں" اسی کے پیشِ نظر میں بھی آپ لوگوں سے کہتا ہوں کہ میرے احوال پر نظر رکھئے اور جو باتیں ٹوکنے کی ہوں ان پر ضرور ٹوکئے۔(ملفوظ:۱۶۶)

● میری حیثیت ایک عام مومن سے اونچی نہ سمجھی جائے، (کسی دینی امر میں کھٹک ہو تو) صرف میرے کہنے سے (اس پر) عمل کرنا بددینی ہے، میں جو کچھ کہوں (علماء کرام نہ کہ عوام) اس کو کتاب وسنت پر پیش کرکے اور خود غور وفکر کرکے اپنی ذمہ داری پر عمل کریں، میں تو بس مشورہ دیتا ہوں (کسی پر اپنی بات مسلط نہیں کرتا) حضرت عمرؓ اپنے دوستوں سے کہتے تھے کہ تم لوگوں نے میرے اوپر اتنی بڑی ذمہ داری ڈالی ہے تو تم لوگ میری نگرانی بھی کرو، میری بھی اپنے دوستوں سے بڑے اصرار اور الحاح سے یہ درخواست ہے کہ وہ میری نگرانی کریں، جہاں غلطی کروں وہاں ٹوکیں، اور میری رشد وسداد (یعنی صحیح راہ پر چلنے) کے لئے دعا بھی کریں۔(ملفوظ:۲۱۰)

۱۴)جہاں جائیں وہاں کے علماء وصلحاء سے استفادہ ضرور کریں:

● ہمارے کارکن جہاں بھی جائیں وہاں کے حقانی (یعنی اہلِ حق) علماء وصلحاء کی خدمت میں حاضری کی کوشش کریں، لیکن یہ حاضری استفادہ کی نیت سے ہو، ان حضرات کو براہ راست اس کام کی دعوت نہ دیں۔

(ملفوظ:۲۹)

● (ان کی توجہ حاصل کرنے کا زیادہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ)ان کے ماحول (یعنی اطراف واکناف) مین نہایت محنت اور اصولوں کی زیادہ سے زیادہ رعایت کے ساتھ کام کیا جائے، اس طرح تمہارے کام اور اس کے اچھے نتائج کی اطلاعات جب ان کو پہونچیں گی تو وہ خود بہ خود متوجہ ہوجائیں گے۔(ایضاً)

● پھر جب وہ خود تمہاری طرف اور تمہارے کام کی طرف متوجہ ہوجائیں تو ان سے سرپرستی اور خبر گیری کرتے رہنے کی درخوست کی جائے، (یہ درخواست بھی) ان کے دینی (مقام) اور ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے کی جائے۔(ایضاً)

● (کام کرنے والوں کو چاہئے کہ) علماء کی خدمت کریں اور صرف ان نیتوں سے کریں۔

۱۔حق اسلام کی وجہ سے کیوں کہ جب ایک عام مسلمان سے کسی غرض کے بغیر ملاقات کرنے کے لئے جانے والے کے پیروں کے نیچے ستر ہزار فرشتے اپنے بازو اور پر بچھا دیتے ہیں تو علماء کی زیارت سے تو یہ فضیلت بدرجہ اولیٰ حاصل ہوگی، ۲۔ان کے دل اور ان کے جسم علومِ نبوت کے حامل ہیں اس لئے وہ قابلِ تعظیم اور لائقِ خدمت ہیں، ۳۔وہ ہمارے دینی کاموں کے نگران ہیں (اس لئے بھی قابلِ زیارت وخدمت ہیں)، ۴۔ان کی ضرورتیں معلوم کرکے پوری کرنے کی نیت سے، اس لئے کہ عام مسلمان اگر ان کو دنیوی فکروں سے فارغ کردیں گے تو ان کا وہ وقت بھی علم کی خدمت میں خرچ ہوجائے گا، اِدھر اِن خدمت کرنے والوں کو ان کے اعمال کے ثواب میں حصہ مل جائے گا۔(ملفوظ:۵۲)

۱۵)بڑوں کے پابند رہنا:

● جو شخص اپنے دین کے بڑوں کے پیچھے نہیں چلتا وہ کفار کے بڑوں کے پاؤں تلے کردیا جاتا ہے۔

(ارشادات ومکتوبات:۴۷)

● عمل میں جوش کے ساتھ ہوش ہونا چاہیئے، بڑوں کی ماتحتی کے بغیر خودرائی کا مادہ زیادہ ہوجاتا ہے پھر دہریت (یعنی آزادی وانارکی) بڑھے گی، (اس کے برخلاف) بڑوں کی ماتحتی میں عبدیت بڑھے گی۔(ایضاً)

● جس شخص کی زندگی کسی بزرگ کی ماتحتی میں نہیں ہے وہ شیطان (کی سازشوں) سے بچ نہیں سکتا۔

(ایضاً:ص:۸۱)

۱۶) کام کرنے کے اہم آداب:

● اگر کہیں دیکھا جائے کہ وہاں کے علماء وصلحاء اس (تبلیغی) کام کی طرف ہم دردانہ طریقہ سے متوجہ نہیں ہوتے تو ان کی طرف سے بدگمانیوں کو دل میں جگہ نہ دی جائے۔(ملفوظ:۲۹/۳۰)

● ہماری یہ تحریک اور اسلامی تبلیغ نہ کسی کی دل آزاری کو پسند کرتی ہے اور نہ کسی فتنے فساد کے الفاظ سننا چاہتی ہے۔

● دوسروں کے عیوب کا تجسس بے ہنری ہے اور کام کو بے رونق کرنے والی چیز ہے۔

● سارے مسلمان اپنے ہی بھائی ہیں (تحقیر وتنفیر کے بغیر) نرمی اور طریقے سے (حق پر) لایا جائے تو خود ہی حق پر آجائیں گے۔

● جن لوگوں کے حقوق خدمت تم پر ہیں اور جن کی اطاعت تم پر لازم ہے ان کی خدمت اور راحت کا انتظام کر کے نکلنا چاہئے۔

● گھر والوں اور بڑوں کے ساتھ اپنا طرز عمل ایسا رکھنا چاہئے کہ ان کو اس عمل میں لگنے سے اطمینان اور خوشی ہو۔

● طلبہ (خواہ دینی ہوں یا عصری) اپنے علم وصلاح کے ذوق میں اتنی ترقی کریں کہ ان کے سر پرستوں کو اطمینان حاصل ہو اور وہ خود چاہنے لگیں کہ بچے اس کام میں لگے رہیں۔

● اس کام کا مزاج اپنی اور غیروں کی جھیلنا ہے، اس کام پر جب بھی کوئی رکاوٹ آئے گی وہ کام کرنے والوں کی غلطی سے آئے گی، اس (کام) میں جماعتی عصبیت، غرور اور افتراق زہر کے مانند ہے۔

(ارشادات ومکتوبات:ص:۷)

● اس کام میں نکلنے کے زمانے میں قلب، زبان، آنکھ، کان، دماغ اور تمام اعضاء کے متعلق جو جو احکام ہیں سب کی رعایت کرو۔(ایضاً:۱۶)

گوشۂ خواتین

اسلام کی باکمال خواتین

مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی*

حضرت زینب بنت ابی سلمہؓ

نام ونسب: زینب نام، قبیلہ مخزوم سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے: زینب بنت ابی سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد بن عمرو بن مخزوم، حبشہ میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئیں اوران ہی کے ساتھ کچھ زمانہ کے بعد مدینہ کو ہجرت کی، حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے دودھ پلایا۔(الاصابۃ: ۹۶/۸) پہلے ’’برہ‘‘ نام تھا، نبی کریم ﷺ نے بدل کر زینب نام رکھا (مسلم، باب استحباب تغییر الاسم القبیح إلی حسن: ۲۳/۲)

عام حالات: ۴ ہجری میں حضرت ابوسلمہؓ نے وفات پائی تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے عقد نکاح میں آئیں اس وقت زینب شیر خوار تھیں، والدہ ماجدہ کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی آغوش تربیت میں آئیں، نبی کریم ﷺ کو ان سے بے انتہا محبت تھی، پیروں پر چلنے لگیں تو نبی کریم ﷺ کے پاس آتیں، آپ غسل فرماتے تو ان کے منہ پر پانی چھڑکتے تھے، لوگوں کا بیان ہے کہ اس کی یہ برکت دیکھی گئی کہ بڑھاپے میں ان کے چہرے پر شباب کا آب ورنگ باقی وبرقرار تھا۔

نکاح: حضرت عبداللہ بن زمعہ بن اسود اسدی سے شادی ہوئی، دولڑکے تولد ہوئے جن میں ایک کا نام ابوعبیدہ تھا ۶۳ ہجری میں حرہ کی لڑائی میں دونوں کام آئے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے سامنے ان کی لاش لا کر رکھی گئی، انہوں نے ’’إنا للہ‘‘ پڑھا اور کہا کہ مجھ پر بہت بڑی مصیبت پڑی، ایک تو میدان میں لڑ کر قتل ہوا؛ لیکن دوسرا تو خانہ نشیں تھا لوگوں نے اس کو گھر میں گھس کر مارا‘‘۔

وفات: بیٹوں کے قتل کے بعد دس برس زندہ رہیں اور ۷۳ ہجری میں انتقال فرمایا اور طارق کی حکومت کا زمانہ تھا۔(تہذیب: ۴۲۱/۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جنازے میں تشریف لائے۔

فضل وکمال: حضرت زینب رضی اللہ عنہا فضل وکمال میں شہرہ آفاق تھیں اوراس وصف میں کوئی عورت

---

* رفیق تصنیف دارالدعوۃ والارشاد، حیدرآباد، واستاذ حدیث دارالعلوم دیودرگ

ان سے ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتی تھی، اسد الغابۃ میں ہے: ''كانت من أفقه نساء زمانها'' (وہ اپنے زمانہ کی فقیہہ عورت تھی)۔

نبی کریم ﷺ سے کچھ حدیثیں روایت کیں، آپ کے علاوہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب بن جحش رضی اللہ عنہا سے بھی چند حدیثیں سنیں جن لوگوں نے اُن سے حدیث روایت کی ہے ان کے نام یہ ہیں:

''امام زین العابدین، ابوعبیدہ، محمد بن عطاء، عراک بن مالک، حمید ابن نافع، عروہ، ابوسلمہ، کلیب بن وائل، ابوقلابہ جرمی رحمہم اللہ وغیرہ۔

حضرت ام ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہا

نام ونسب: امیمہ نام تھا، باپ کا نام صبیح یا صفیح بن الحارث تھا۔

قبول اسلام: اگرچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جوان کے صاحبزادے تھے، مسلمان ہوچکے تھے، تاہم وہ مشرکہ تھیں، ایک روز انہوں نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی تو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو سخت ناگوار ہوا، روتے ہوئے خدمت اقدس میں پہنچے اور کہا: ''حضور! آپ میری ماں کے مسلمان ہونے کے لئے دعا فرمایئے'' نبی کریم ﷺ نے دعا کی، ادھر ان کی حالت میں دفعتہً انقلاب پیدا ہوگیا، غسل کرکے کپڑے بدلیں اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ کے سامنے کلمہ پڑھا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرطِ مسرت سے آب دیدہ ہوگئے اور نبی کریم ﷺ کو خبر دی تو آپ ﷺ نے بھی خدا کا شکریہ ادا کیا۔

وفات: وفات کی تاریخ معلوم نہیں۔ **اولاد:** اولاد میں حضرت ابوہریرہ زیادہ مشہور ہیں

دُر بہ دَر

مختلف ذمہ دار اِدارے ہر چیز (سامان، روپیہ، علم ـــــ) لوگوں کی دہلیز پر پہونچا رہے ہیں۔
ہماری بھی ذمہ داری ہے نا کہ ہم بھی لوگوں کو دینِ اسلام (کے موتی) ان کی دہلیز پر پہنچائیں؟؟

(فکر یے، حصہ دوم، از: ابنِ غوری)

اصلاحی مضامین

رمضان المبارک میں اکابر کے معمولات

مفتی محمد وقاص رفیع

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام اور کام سے اہل علم خوب واقف ہیں، آپ ہمارے ماضی قریب کے ایک متبحر عالم، عظیم مجاہد اور زبردست صاحبِ عمل بزرگ گزرے ہیں۔ آپ بذاتِ خود گوشہ نشینی اور گم نامی کو پسند کرتے تھے، اس لئے آپ کے ذاتی معمولات بالخصوص رمضان المبارک کے معمولات کی کوئی زیادہ تفصیل کہیں نہیں ملتی، تاہم شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے رمضان المبارک کے حوالے سے آپ کے یہ چند معمولات ذکر کئے ہیں کہ مشہور ہے کہ حضرت نے سن 1277ء کے سفر حجاز میں (اس) ماہِ مبارک میں قرآنِ پاک حفظ کیا تھا، روزانہ ایک پارہ یاد کرکے تراویح میں سنایا کرتے تھے، مگر حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''سوانح قاسمیؒ'' میں تحریر فرمایا کہ جمادی الثانیہ سن 1277ء میں حج کے لئے روانہ ہوئے، آکر ذی قعدہ میں مکہ مکرمہ پہنچے، بعد حج مدینہ شریف پہنچے اور ماہِ صفر میں مدینہ پاک سے مراجعت فرمائی، ربیع الاوّل کے اخیر میں ''بمبئی'' پہنچے، اور جمادی الثانیہ تک وطن پہنچے۔ جاتے ہوئے کراچی سے جہاز بادبانی میں سوار ہوئے، رمضان کا چاند دیکھ کر مولوی صاحب نے قرآن شریف یاد کیا تھا اور وہاں سنایا۔ بعد مکلاّ پہنچ کر حلوائے مسقط خرید فرما کر شیرینی ختم دوستوں کو تقسیم فرمائی۔

مولوی صاحب کا اس سے پہلے قرآن یاد کرنا کسی کو ظاہر نہ ہوا تھا، بعد ختم مولوی صاحب فرماتے تھے کہ فقط دو سال رمضان میں مَیں نے یاد کیا اور جب یاد کیا پاؤ سپارہ کی قدر یا کچھ اس سے زائد یاد کرلیا، پھر تو بہت کثرت سے پڑھتے۔ ایک بار یاد ہے کہ ستائیس پارے ایک رکعت میں پڑھے، اگر کوئی اقتداء کرتا رکعت کرکے یعنی سلام پھیر کر اس کو منع فرما دیتے اور تمام شب تنہا پڑھتے رہتے۔ (سوانح قاسمیؒ) مشہور قول میں ایک سال اور حضرت کے ارشاد میں دو سال اور پاؤ پاؤ پارہ یاد کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلے رمضان میں کچھ حصہ پاؤ پاؤ پارہ یاد کیا اور دوسرے رمضان میں سفر حج میں تھا ایک ایک پارہ پڑھ کر اس کی تکمیل فرمائی۔

(اکابر کا رمضان: ص 27)

سید الطائفہ حضرت الحاج امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے رمضان کے معمولات حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ نے ''امداد المشتاق'' میں نقل کئے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ تمہاری تعلیم کے واسطے کہتا ہوں، یہ فقیر عالم شباب میں اکثر راتوں کو نہیں سویا، خصوصاً رمضان شریف میں بعد مغرب دولڑکے کم سن حافظ یوسف ولد حافظ ضامن صاحب و حافظ حسین احمد میرا بھتیجا سوا سوا پارہ عشاء تک سناتے تھے۔ ان کے بعد ایک حافظ نصف شب تک۔ اس کے بعد تہجد کی نماز میں دو حافظ۔ غرض کہ تمام رات اسی میں گزر جاتی تھی۔

(امدادالمشتاق)

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ریاضت و مجاہدہ کی یہ حالت تھی کہ دیکھنے والوں کو رحم آتا اور ترس کھایا کرتے تھے۔ چنانچہ اس پیرانہ سالی میں جب آپ ستر سال کی عمر سے متجاوز ہو لئے تھے کثرتِ عبادت کا یہ عالم تھا کہ دن بھر کا روزہ اور بعد مغرب چھ کی جگہ بیس رکعت ''صلوٰۃ الاوّابین'' پڑھا کرتے تھے، جس میں تخمیناً دو پارے قرآنِ مجید سے کم کی تلاوت نہ ہوتی تھی، پھر اسی کے ساتھ رکوع سجدہ اتنا طویل کہ دیکھنے والے کو ''سہو'' کا گمان ہو۔ نماز سے فارغ ہو کر مکان تک جاتے اور کھانا کھانے کے لئے مکان پر ٹھہرنے کی مدت میں کئی پارے کلام مجید ختم کرتے تھے۔ پھر تھوڑی دیر بعد نمازِ عشاء اور صلوٰۃِ تراویح (جس میں گھنٹے سوا گھنٹے سے کم خرچ نہ ہوتا تھا) ادا فرماتے تھے۔ تراویح سے فارغ ہو کر ساڑھے دس، گیارہ بجے آرام فرماتے اور دو ڈھائی بجے ضرور اُٹھ جاتے تھے، بلکہ بعض دفعہ خدام نے ایک ہی بجے آپ کو وضو کرتے پایا۔ اس وقت اُٹھ کر دو، ڈھائی، تین گھنٹے تک تہجد میں مشغولی رہتی تھی۔ بعض دفعہ سحر کھانے کے لئے کسی خادم کو پانچ بجے جانے کا اتفاق ہوا تو آپ کو نماز ہی میں مشغول پایا۔ صلوٰۃِ فجر کے بعد آٹھ، ساڑھے آٹھ بجے تک وظائف، اوراد اور مراقبہ و ملاحظہ میں مصروفیت رہتے، پھر اشراق پڑھتے اور چند ساعات استراحت فرماتے، اتنے ڈاک آجاتی تو خطوط کے جوابات اور فتاویٰ لکھواتے اور چاشت کی نماز سے فارغ ہو کر ''قیلولہ'' فرماتے تھے۔ ظہر کے بعد حجرہ شریف بند ہوجاتا تھا اور تا عصر کلام اللہ کی تلاوت میں مشغول رہتے تھے، باوجودے کہ اس رمضان میں جس کا مجاہدہ لکھا گیا ہے پیرانہ سالی و نقاہت کے ساتھ ''وجع الورک'' کی تکلیف شدید کا یہ عالم تھا کہ استنجا گاہ سے حجرہ شریف لانے میں حالاں کہ پندرہ سولہ قدم کا فاصلہ ہے مگر راہ میں بیٹھنے کی نوبت آتی تھی، اس حالت پر فرائض تو فرائض نوافل بھی کبھی بیٹھ کر نہیں پڑھے اور ان میں گھنٹوں کھڑے رہنا، بارہا خدام نے عرض کیا کہ آج تراویح بیٹھ کر ادا فرماویں تو مناسب ہے، مگر آپ کا جواب یہی تھا کہ نہیں جی! یہ کم ہمتی کی بات ہے اللہ رے ہمت! آخر اَفَلَآ اَکُوۡنَ عَبۡدًا شَکُوۡرًا کے قائل کی نیابت کوئی سہل نہ تھی جو اس ہمت کے بغیر حاصل ہو جاتی۔

یوں تو ماہِ رمضان المبارک میں آپ کی ہر عبادت میں بڑھوتری ہوتی تھی، مگر تلاوتِ کلام اللہ کا شغف خصوصیت کے ساتھ اس درجہ بڑھتا تھا کہ مکان تک آنے جانے میں کوئی بات نہ فرماتے تھے۔ نمازوں میں اور نمازوں کے بعد تخمیناً نصف ختم قرآنِ مجید آپ کا یومیہ معمول قرار پاتا تھا، جس شب کی صبح کو پہلا روزہ ہوتا تھا آپ حضارِ جلسہ سے فرمادیا کرتے تھے کہ آج سے کچہری برخاست! رمضان کو بھی آدمی ضائع کرے تو افسوس کی بات ہے، اس مجاہدہ پر غذا کی یہ حالت تھی کہ کامل رمضان بھر کی خوراک پانچ سیر اناج تک پہنچنی دشوار تھی۔

(تذکرۃ الرشید: ص 65)

رمضان شریف میں آپ صبح کو خلوت خانہ سے دیر میں برآمد ہوتے۔ موسم سرما میں اکثر دس بجے تشریف لاتے نوافل اور قرأتِ قرآن وسکوت ومراقبہ میں بہ نسبت دیگر ایام بہت زیادتی ہوتی، سونا اور استراحت نہایت قلیل، کلام بہت کم کرتے، بعد نمازِ مغرب ذرا دیر خلوت نشینی کا ذائقہ لے کر کھانا تناول فرماتے، تراویح کی بیس رکعات اوائل میں خود پڑھاتے تھے اور آخر میں صاحب زادہ مولوی حافظ حکیم محمد مسعود احمد صاحب کے پیچھے پڑھتے، بعد وتر دو رکعت طویل کبھی کھڑے ہوکر کبھی بیٹھ کر پڑھتے، دیر تک متوجہ بہ قبلہ بیٹھ کر پڑھتے رہتے، پھر ایک سجدۂ تلاوت کر کے کھڑے ہوجاتے، غالباً اس دوران میں سورۂ تبارک الذی اور سورۂ سجدہ اور سورۂ دخان پڑھتے تھے۔ (تذکرۃ الرشید: ص 67)

اپیل برائے دعائے مغفرت وایصال ثواب

قارئین کو نہایت افسوس کے ساتھ یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ ادارہ کے مایہ ناز استاذ مفتی محمد مشہود الدین صاحب کی والدہ محترمہ گذشتہ چند دنوں سے عارضۂ ضیق نفس میں مبتلا تھیں، ۲۱؍شعبان ۱۴۴۰ھ م ۲۷؍اپریل ۱۹ء کو راہئ آخرت ہوگئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون، اللہ تعالیٰ مرحومہ کے حسنات کو قبول فرمائے، مرض الوفات کو کفارۂ سیئات بنائے، اصحابِ علم وفضل اولاد اور بنات کو ذریعۂ نجات بنائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

قارئین کرام سے بھی خواہش ہے کہ حسبِ قدرت وسکت مرحومہ کے لئے ایصالِ ثواب فرمائیں اور ادعیہ صالحہ میں یاد رکھیں۔

اصلاحی مضامین

ماہِ رمضان ماہِ قرآن

مولانا سید خواجہ نصیرالدین قاسمی*

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی کتاب، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ، امتِ مسلمہ کا دستورِ حیات اور انسانی منشور ہے، اس عظیم کلامِ پاک کو ماہِ مبارک سے خصوصی نسبت اور تعلق ہے، بلکہ منقول ہے کہ گذشتہ آسمانی کتب کا نزول بھی اسی بابرکت مہینہ میں ہوا، اور قرآن عظیم ـــ جسے دوسرے کلاموں پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسے خالق تعالیٰ کو اپنی مخلوق پر ـــ کا یکبارگی نزول بھی اسی ماہِ مقدس کی عظیم الخیر شب یعنی لیلۃ القدر میں ہوا، حق تعالیٰ نے ماہِ رمضان کا ذکر اپنے کلامِ مجید کے ساتھ کچھ اس انداز میں بیان فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ رمضان کی عظمت میں چار چاند قرآن پاک ہی سے لگے ہیں، شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ یعنی رمضان کا مہینہ وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا۔ کلامِ ربانی عظمتوں کے جلو میں اس زمین پر اُترا، غور کیجئے کہ تخلیقِ کائنات سے ہزار برس قبل باری تعالیٰ نے خود اُسے پڑھا، آسمان سے سید الملائکۃ جبرئیل امین علیہ السلام لے کر آئے، سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلبِ اطہر پر القاء کیا گیا، حرمین شریفین جیسے باوقار مقامات اور اُن کی پُرنور فضاؤں میں اس کا نزول ہوا، بلکہ جس شئ کو بھی کلامِ الٰہی سے ادنیٰ تعلق ہوا اُسے عظمت وتقدس حاصل ہوگیا۔

چناں چہ کلامِ ربانی پر ایمان لانا عقائدِ اسلام کا حصہ ہے، اس کی تلاوت ایمان کی پختگی کا سبب ہے، اس کی تعلیم وتعلم اور افہام وتفہیم بہترین عمل ہے، اُسے قلوب میں محفوظ کرنا رفع درجات اور رضائے الٰہی کا وسیلہ ہے، اس پر عمل کرنا ذریعہ نجات ہے، جسمانی وروحانی مریضوں کے لئے شفاء ہے، گم راہوں کے لئے ہدایت نامہ ہے منکرین کے لئے حجتِ قاطعہ ہے، متقین ومؤمنین کے لئے شفیع ہے۔ غرض یہ کہ قرآن کریم بے مثال اور لازوال کتاب ہے۔ اس لئے امتِ مسلمہ کو چاہیئے کہ اپنا رشتہ کلامِ الٰہی سے جوڑ کر سرخروئی حاصل کرے، بالخصوص ماہِ صیام میں کثرت سے تلاوت کا معمول بنائے، اُسے سیکھنے، سُننے، پڑھنے، سمجھنے کے لئے اپنا وقت فارغ کرے اور عملی زندگی کا لازمی حصہ بنائے۔

*استاذ شعبہ عالمیت ادارۂ ہذا

ہر شخص اپنے بارے میں غور کرلے کہ اُسے قرآن پڑھنا آتا ہے یا نہیں؟ تجوید سے پڑھنے پر قادر ہے یا نہیں؟ تلاوت کا معمول ہے یا نہیں؟ مضامین قرآن کو جانتا اور سمجھتا ہے یا نہیں؟ آدابِ قرآن سے واقف ہے یا نہیں؟ احکامِ قرآن پر عمل ہے یا نہیں؟ جس کو جس حصہ میں کمی معلوم ہو اُسے دور کرنے کا پختہ ارادہ کرلے اور رمضان المبارک میں کوشش اور فکر کرکے ان خامیوں کے ازالہ کرے، نیکیوں کے اس موسمِ بہار میں قرآن سے ایسا قوی تعلق ہو جائے کہ سال بھر اس کی تلاوت کے بغیر رہنا مشکل ہو جائے۔

قرآن عزیز کے امت پر بہت حقوق ہیں جن کو علماء نے کتابوں میں تفصیل سے بیان فرمایا ہے، مثلاً قرآن کو سیکھنا، اس کی تلاوت کرنا، اس کے آیات کے مطالب کو سمجھنا، اس کے احکامات پر عمل کرنا، اُسے دوسروں کے سینوں میں منتقل کرنا وغیرہ، اس مختصر مضمون میں ان اہم حقوق پر تفصیلی گفتگو مقصود نہیں البتہ یہ تذکیر ضرور پیش نظر ہے کہ ماہِ رمضان کے شب و روز قرآن مجید کی تلاوت سے معمور ہوں، بلکہ ہر گھر کے افراد ایک دوسرے کی یاد دہانی کراتے رہیں، تلاوتِ قرآن میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا ماحول بنایا جائے، بچے بچے کو معلوم ہو جائے کہ یہ مہینہ قرآن پڑھنے کا ہے، ذرا خالی وقت ملا ہاتھ میں قرآن ہو اور گھر کے بڑے چھوٹے سبھی قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول ہوں، کم از کم اس ایک حق کی ادائیگی میں تو اس مہینے میں کامیاب ہو جائیں، پھر اس کی برکت سے دوسرے حقوق کی بھی فکر نصیب ہو جائے گی۔

معلوم ہونا چاہیئے کہ قرآن پاک کو با تجوید سیکھنا ہر بالغ مسلمان پر فرض عین ہے، اگر تجوید سے قرآن پڑھنا نہیں سیکھا تو گنہگار رہوگا، اس لئے قرآن پاک تجوید کے ساتھ پڑھنا سیکھے اور اس کی تلاوت کا بھی اہتمام کرے، اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو سب سے پہلی وحی نازل فرمائی اُسی میں آپ کو قرآن پڑھنے کی تلقین کی "آپ قرآن پڑھا کیجئے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے" (العلق: ۳) دوسری جگہ فرمایا "جو کتاب آپ پر وحی کی گئی ہے آپ اس کی تلاوت فرمایئے" (العنکبوت: ۴۵) ایک موقعہ پر تلاوت قرآن کا انداز بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا "قرآن پاک کو صاف صاف خوب واضح پڑھیے" (المزمل: ۴) چناں چہ شب کو نمازوں میں قرآن کریم کی تلاوت کرنا اور دن میں اُمت کے سامنے اس کے مضامین توضیح و تبیین اور تعلیم و تعلم کرنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وظیفۂ حیات تھا، ہر رمضان میں ایک دور حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کے ساتھ فرماتے، وفات کے سال دو دور قرآن مجید کے کئے۔ اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کو تلاوتِ قرآن کے فضائل و فوائد بتا بتا کر اُن کی زندگیوں کو بھی قرآن سے معمور فرما دیا، چناں چہ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: "قرآن پڑھو اس لئے کہ وہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کا سفارشی بن کر آئے گا" (مسلم) قرآن سیکھنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: "تم میں بہترین وہ شخص ہے جو

قرآن سیکھے اور سکھائے‘‘۔(بخاری) ایک موقعہ پر یہاں تک فرمایا ’’جس شخص کے دل میں کچھ بھی قرآن کا حصہ نہ ہو وہ ویران گھر کی طرح ہے‘‘۔(ترمذی) اپنے گھروں کو طاعات سے خالی رکھنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا ’’اپنے گھروں کو قبرستان مت بناؤ، (کہ جہاں اللہ کی یاد والے اعمال ہی نہ ہوں) بلاشبہ شیطان اس گھر سے بہت دور رہتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے‘‘ (مسلم) قرآن کریم کی تلاوت کا ثمرہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ’’جو قرآن کا ایک حرف پڑھے گا اُسے ایک نیکی ملے گی اور ایک نیکی دس نیکی کے برابر ہے (گویا ایک حرف پر دس نیکیاں ملیں گی) میں یہ نہیں کہتا الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے، اور میم ایک حرف ہے۔‘‘ (ترمذی) (یعنی الم پڑھنے پر تیس نیکیاں ملیں گی) ایک روایت میں ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ’’نماز میں قرآن پڑھنا غیر نماز میں قرآن پڑھنے سے افضل ہے، اور نماز سے باہر قرآن پڑھنا تسبیح وتکبیر سے افضل ہے، اور تسبیح صدقہ کرنے سے افضل ہے، اور صدقہ کرنا (نفل) روزہ رکھنے سے افضل ہے، اور روزہ رکھنا جہنم سے (حفاظت کی) ڈھال ہے۔ (مشکوٰۃ المصابیح) حفاظِ قرآن اور جنھیں قرآن کا کچھ حصہ یاد اُنھیں اس کی حفاظت کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا ’’اس قرآن کی (تلاوت وقرأت سے) نگرانی کرتے رہو، اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے یہ (تمہارے سینوں سے) نکلنے میں رسی سے بندھے ہوئے اونٹ سے بھی زیادہ تیز ہے۔‘‘ (متفق علیہ) (یعنی تلاوت نہیں کروگے تو بہت جلد بھول جاؤگے)۔

یہ چند روایات ہیں ورنہ کتبِ حدیث ایسی بے شمار روایات ہیں جو قرآن سے تعلق قائم کرنے کی ترغیب دے رہی ہیں اور نہ قائم کرنے پر وعیدات سنا رہی ہیں، اہل ایمان واصحابِ فکر وعمل کے لئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ارشادِ گرامی بھی کافی ہے، امت کے قدردانوں نے رمضان اور قرآن کو ایسا جمع کیا کہ ان دونوں کا ایک دوسرے سے تلازم بالکل عیاں ہوگیا، اہل عمل کے واقعات، قابل تقلید حکایات سے کتابیں پُر ہیں:

چناں چہ ✷ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اکثر رمضان کے ایک مہینہ میں ۶۰ رقرآن ختم کئے۔ (تذکرۃ النعمان)

✷ امام شافعیؒ ہر رات ایک قرآن ختم کرتے، اور رمضان میں رات دن دو قرآن ختم کرتے تھے۔ (تاریخ بغداد)

ماضی قریب کے اکابر میں ✷ حضرت شیخ الہندؒ حافظ تو نہیں تھے لیکن رمضان کی رات کا اکثر حصہ اور کبھی پوری رات کئی کئی حفاظ سے قرآن پاک سُننے تھے۔

✷ اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کا مشغلہ دن رات تلاوتِ کلامُ اللہ کا تھا۔

✷ حضرت شیخ الحدیثؒ کے والد گرامی حضرت مولانا یحییٰ کاندھلویؒ رمضان میں دن بھر میں چلتے پھرتے پورا ختم فرما لیتے اور افطار کا وقت قریب ہوتا تو ان کی زبان پر قل اعوذ برب الناس ہوتی تھی۔

خواتین بھی اس عبادت میں مردوں سے کچھ پیچھے نہ تھیں، چنانچہ ✷ نواب عشرت علی خان قیصر کی والدہ محترمہ کو قرآن پاک کی تلاوت کا بے حد شغف تھا، ماہِ رمضان میں تین روز میں ایک قرآن شریف ختم کرنے کا معمول تھا۔ ✷ حضرت مولانا الیاس صاحب کاندھلویؒ کی والدہ محترمہ نے شادی کے بعد قرآن پاک حفظ کیا، رمضان میں روزانہ ایک قرآن اور مزید دس پارے پڑھ لیا کرتی تھیں، اس طرح ہر رمضان میں چالیس قرآن مجید ختم کیا کرتی تھیں۔ ✷ حضرت شیخ الحدیثؒ کی صاحبزادیاں خانگی مصروفیات کے ساتھ دن میں روزانہ نصف قرآن کم از کم پڑھ لیا کرتی تھیں، اور شب کا اکثر حصہ حفاظِ قرآن سے کلام اللہ سننے میں گذارتی تھیں ہے

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس ماہِ مبارک رحمتوں سے فیض یاب فرمائے، اور قرآن عزیز سے مضبوط رشتہ قائم فرمادے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین

بدگمانی کا واقعہ

حضرت بایزید بسطامی رح ایک دفعہ عصر کی نماز کے بعد شہر کے کنارے چہل قدمی کر رہے تھے کہ ایک کنارے دو جوان لڑکا لڑکی بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے آگے ایک بوتل رکھی ہوئی تھی حضرت نے سمجھا کہ یہ دونوں شام ڈھلنے کے انتظار میں ہیں اور بدکاری کرنے والے ہیں اور ان کے سامنے شراب رکھی ہوئی ہے سوچا کہ جا کر ذرا ان سے پوچھ لوں، جب لڑکے سے دریافت کیا تو وہ کہنے لگا کہ یہ میری بہن ہے ہم دونوں روزے سے ہیں اور سورج غروب ہونے کے انتظار میں ہیں بوتل میں زمزم ہے اور ہم سید خاندان سے ہیں۔

شیخ فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اپنے آپ کو خوب ملامت کیا پھر ان کو گھر لے جا کر خوب اکرام کیا۔

ہمیں کسی سے نفرت کی وجوہات میں سے ایک وجہ بدگمانی بھی ہے، کاش! بدگمانی کرنے سے پہلے ہم خود بھی وجہ پوچھ لیتے تا کہ تسلی ہو اور ہمیشہ کی نفرت سے نجات ملے۔

اصلاحی مضامین

دعوتِ افطار: چند اصلاح طلب پہلو

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی قاسمی*

ہلالِ رمضان اپنے ساتھ رحمتوں کی بارات اور برکتوں کی سوغات لے کر طلوع ہوتا ہے، ہر طرف نور ہی نور اور فضاؤں میں عجیب سا کیف وسرور نظر آتا ہے؛ یوں محسوس ہوتا ہے کہ یکا یک سب کچھ بدل گیا، چشم زدن میں کوئی انقلاب برپا ہوگیا، ہر آن ملائکہ کا نزول، عاصیوں کے لئے غفران وقبول، آسمانوں سے انعامات کی بارشیں، زمین پر ہر لمحہ نوازشیں، نیکو کاروں کے لئے بلندیٔ درجات کی بشارتیں، دعاؤں کی قبولیت بھری ساعتیں، تراویح اور تہجد کی حلاوتیں، سحری کے ایمان افروز لمحات، افطار کی بابرکت گھڑیاں، تلاوت قرآن کی چاشنی، روزہ داروں کے بارونق چہرے، مساجد میں مسلمانوں کا جم غفیر، صدقات وخیرات کے ذریعہ غرباء کی امداد، اعمال کے اجروثواب میں اضافہ واز دیاد۔

غرض: ایک ماحول ہوتا ہے؛ جس میں ہر کوئی نیکیاں کمانے، خیرات اور بھلائی کے کاموں میں سبقت لے جانے اور خوشنودیٔ رب حاصل کرنے کی دھن میں لگا ہوتا ہے۔ ان ہی نیک کاموں اور امور خیر میں روزہ افطار کرانے کا بابرکت عمل بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے، جس کی بڑی فضیلت کتب احادیث میں وارد ہوئی ہے؛ جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: ’’جس شخص نے کسی روزہ دار کو افطار کروایا تو اس شخص کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا ثواب روزہ دار کے لئے ہوگا، اور روزہ دار کے اپنے ثواب میں سے کچھ بھی کمی نہیں کی جائے گی۔‘‘ (ترمذی)

ایک اور روایت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سوال کا جواب دیتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو بات ارشاد فرمائی اس میں خوشخبری ہے ان غریب مسلمانوں کے لئے جو باضابطہ افطار کروانے کا اہتمام نہیں کر سکتے، وہ مایوس نہ ہوں اللہ پاک کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ایک گھونٹ دودھ، ایک کھجور یا ایک گھونٹ پانی سے روزہ دار کا روزہ افطار کرادے تو یہ بھی اس کی مغفرت اور دوزخ سے آزادی کا سامان بن جائے گا اور اس کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا جتنا روزہ دار کو ملے گا؛ مگر روزہ دار کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ (ابن خزیمہ)

*استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہٰذا

آپ ﷺ کے ان ارشادات مبارکہ میں شک وتردد کی ادنیٰ گنجائش نہیں، واقعتاً یہ نہایت مہتم بالشان عمل ہے جس سے مجال انکار نہیں؛ لیکن بات یہاں صرف کسی روزے دار کو افطار کروانے، دن بھر کے بھوکے پیاسے کو چند لقمے دینے اور قدرے اہتمام کے ساتھ کسی کی ضیافت کر دینے کی نہیں ہے؛ بل کہ روزہ کے مقدس عنوان پر ہونے والی افطار پارٹیوں کی ہے؛ جو مختلف قسم کی خرافات و بدعات کا مجموعہ بن چکی ہیں۔ زیر نظر تحریر کا مقصد مروجہ دعوت افطار میں ہونے والی بے اعتدالیوں کی طرف توجہ دلانا ہے کہ جس عمل کو اللہ کے نبی ﷺ نے باعث اجر وثواب قرار دیا اب اس سے عبادت کا تصور عنقاء ہوتا جا رہا ہے، افطار پارٹی رفتہ رفتہ ایک رسم بد کی شکل اختیار کر چکی ہے اور ہر جگہ فیشن کے طور پر اس کو منعقد کرنے کا رواج عام ہو چکا ہے الا ماشاء اللہ۔

آیئے قرآن وسنت کی روشنی میں مروجہ افطار پارٹیوں کا جائزہ لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ نیکی اور خیر کے نام پر کیا جانے والا یہ عمل کن کن منکرات ومحرمات پر مشتمل ہے۔

شہرت اور نام ونمود:

ریا کاری اور دکھلاوا افطار پارٹی کا اہم محرک اور سستی شہرت حاصل کرنے کا سب سے موثر ذریعہ ہے؛ جب کہ اللہ کے نبی ﷺ نے اس کو شرک سے تعبیر کیا ہے، ہمارا ایمان ہے کہ خلوص نیت کے ساتھ کیا جانے والا چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی بارگاہ الٰہی میں بڑی قدر و قیمت رکھتا ہے اور عدم اخلاص، شہرت اور ریا کاری پر مبنی بڑے سے بڑا عمل بھی اللہ کے ہاں کوئی اہمیت نہیں رکھتا ہے، ریا کاری انسان کے اعمال کو دنیا میں تباہ کر دیتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق قیامت والے دن سب سے پہلے جن تین لوگوں کو جہنم میں پھینکا جائے گا وہ ریا کار عالم، ریا کار سخی اور ریا کار مجاہد ہوں گے، جو اپنے اعمال کی فضیلت اور بلندی کے باوجود ریا کاری کی وجہ سے سب سے پہلے جہنم میں جائیں گے۔ (ترمذی)

دوسروں کو تکلیف پہونچانا:

افطار پارٹی کا ایک اور منکر ایذاء رسانی اور دوسروں کو تکلیف دینا ہے؛ چناں چہ جگہ جگہ راہیں مسدود کرنا، خیمے لگانا اور ٹرافک جام کرنا تو بازاری افطار پارٹی کا اہم حصہ ہے خواہ آنے جانے والوں کو کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہو، مذہب اسلام کی کردارکشی کیوں نہ ہو، قوانین کی کتنی مخالفت کیوں نہ ہو؟؟ شریعت مطہرہ نے دوسرے انسان کو اذیت اور تکلیف دینے سے منع کیا ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: مسلمان وہ ہے، جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور حدیث میں ”المسلمون“ کا ذکر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمان کا واسطہ

بہ کثرت مسلمانوں ہی سے پڑتا ہے، شب وروز اس کا اختلاط اور ملنا جلنا مسلمانوں کے ساتھ زیادہ رہتا ہے، اس بناء پر ”المسلمون“ کی قید ذکر کی گئی، ورنہ کسی کافر کو بھی تکلیف دینا جائز نہیں۔

(فتح الباری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم)

شریعت مطہرہ نے تو ایسے موقع پر اور ایسے طریقے سے نفل عبادت کو بھی ممنوع قرار دیا ہے، جہاں پر اور جس طریقے سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہو، مثلاً قرآن کی تلاوت کرنا، عبادت اور بہت بڑے ثواب کا کام ہے؛ لیکن اگر کوئی شخص ایک جگہ پر جہاں سب لوگ سو رہے ہوں، بلند آواز سے تلاوت کرتا ہے، تو شریعت کی طرف سے اس طرح تلاوت کرنے کی اجازت نہیں؛ بلکہ اگر کوئی شخص اس طرح کرے تو یہ شخص گناہ گار ہوگا۔

رزق کی بے حرمتی:

افطار پارٹی کا وہ منظر بھی نہایت قابل دید ہوتا ہے جب کھانا تقسیم ہوتا ہے، اچھے خاصے متمول احباب بھی کھانے پر یوں ٹوٹ پڑتے ہیں جیسے کئی دن کے بھوکے ہوں، ایک ایک شخص کئی کئی افراد کا کھانا پلیٹ میں جمع کرنا شروع کر دیتا ہے اور پھر کھانے کے بعد کا منظر یہ ہوتا ہے کہ ایک ایک دستر پر کئی کئی افراد کا کھانا بچا ہوا ہوتا ہے؛ بلکہ بہت سی پلیٹوں کو دیکھ کر بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان کو تو ہاتھ بھی نہیں لگایا گیا؛ اس طرح یہ صورتحال رزق کی بربادی کا سبب بنتی ہے؛ جب کہ اللہ پاک کا ارشاد ہے: کھاؤ، پیو اور حد سے مت بڑھو! بے شک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والے کو پسند نہیں فرماتے۔ (الاعراف)

اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ پاک فرماتے ہیں: اگر تم قدر دانی کروگے اور شکر گزاری سے کام لوگے تو ہم نعمتوں میں اضافہ کریں گے اور اگر تم ناقدری کروگے تو یاد رکھو ہمارا عذاب بڑا سخت ہے۔ (ابراہیم) اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روٹی (رزق) کا احترام کرو (بیہقی)۔ ان سب تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ شریعت میں رزق کی بے حرمتی کتنا بڑا جرم ہے اور اس سلسلے میں بے توجہی نعمتوں کے چھن جانے کا سبب ہے، ضرورت ہے کہ ہم اپنے طرز عمل کو بدلنے کی کوشش کریں!

اسراف اور فضول خرچی:

افطار پارٹیوں اور بالخصوص سیاسی افطار پارٹیوں میں کھانے کے تنوع، بے جا آرائش وزیبائش اور نت نئے طریقوں سے جو بے دریغ مال خرچ کیا جاتا ہے؛ اس کی بھی ایک طویل فہرست ہے۔ روزہ افطار کرنے کے بعد مختلف پھلوں اور غذاؤں کی بڑی مقدار کوڑے دان کی نذر کر دی جاتی ہے؛ جب کہ اس کو محتاج ومسکین

افراد تک پہونچایا جائے تو کئی لوگ اپنی آتش شکم بجھا سکیں، دووقت کا کھانا انہیں میسر آجائے اور پھر ان کے دل کی گہرائی سے نکلنے والی دعاء ہمارا مقدر بنادے۔

الغرض: ایک طرف اسراف وشاہ خرچی کا یہ عالم ہے اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اور (اپنا مال) فضول خرچی سے مت اڑاؤ، بلاشبہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے (بنی اسرائیل)۔ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے: بے شک اسراف کرنے والے جہنمی ہیں (سورۂ غافر)

مساجد کی بے حرمتی:

مساجد، اللہ کا گھر اور فرشتوں کے مسلسل نزول کی جگہ ہے، سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مساجد کو خیر البقاع (دنیا کی بہترین جگہ) قرار دیا ہے، اور اس کے تقدس کو بحال رکھنے کی بار ہا تاکید فرمائی ہے، اسی لیے چھوٹے بچوں کو مسجد لانے سے منع کیا گیا، بدبودار چیز کھا کر مسجد آنے کو مکروہ بتلایا گیا، مسجد میں دوڑنے کودنے، بیچنے، خریدنے اور دنیوی باتیں کرنے پر پابندی لگائی گئی؛ لیکن مساجد میں ہونے والی دعوت افطار میں اکثر و بیشتر مسجد کے احترام کا لحاظ نہیں رکھا جاتا، خوب شور و شغب ہوتا ہے، مختلف چیزوں سے مسجد کو آلودہ کیا جاتا ہے، گالیوں اور برے القاب سے ایک دوسرے کو مخاطب کیا جاتا ہے، تصویر کشی کے ذریعہ حرام کام کا ارتکاب ہوتا ہے اور بھی متعدد منکرات دیکھنے میں آتے ہیں۔

افطار پارٹیوں سے متعلق ان موٹی موٹی بے اعتدالیوں کے علاوہ فرائض میں کوتاہی، عبادات کے خشوع میں کمی، سنن وآداب میں بے توجہی وغیرہ پر مشتمل ایک پورا دفتر ہے؛ جن کو اس مختصر تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔

سیاسی افطار پارٹیاں:

عام افطار پارٹیوں کا حال زار اور اس میں ہونے والی چند در چند بے اعتدالیاں آپ کے سامنے آئیں؛ مگر افطار پارٹی کے نام پر سیاست کے تماشے بھی آمد رمضان سے شروع ہو کر آخر تک جاری رہتے ہیں؛ بل کہ اخیر عشرے میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔

افطار کی دعوت تو روزے داروں کے لئے مخصوص ہے؛ لیکن یہاں اس کے برعکس منظر نظر آتا ہے۔ سرمایہ داروں کے بالمقابل سیاست دانوں کی طرف سے دی جانے والی دعوت میں روزہ دار تو گنتی کے چند ایک نظر آتے ہیں؛ جن کی شرکت ضرورتاً یا مصلحتاً ہوتی ہے؛ لیکن اس کے برخلاف غیر روزے داروں کی تعداد

بے شمار ہوتی ہے۔جس کا سیاسی قد جس قدر بڑا ہوتا ہے اس میں شرکاء کی تعداد اتنی ہی زیادہ ہوتی ہے، وی آئی پی حضرات کی شرکت اور سیاست کا تناسب بھی اسی مناسبت سے ہوتا ہے۔آج تک ایسی کوئی سیاسی یا غیر سیاسی افطار پارٹی نہیں دیکھی گئی جہاں افطار کے وقت ہنگامہ برپا نہ ہوا ہو، افراتفری کا ماحول نہ بنا ہو، عین دعاء کے وقت غفلت و بے توجہی نہ برتی گئی ہو۔

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ سیاسی لیڈروں اور افسروں کے افطار کرانے سے روزے اور افطار کا استحصال ہوتا ہے، روزہ اور افطار دونوں کی روحانیت کمزور پڑتی ہے، اور عبادت ایک کھیل تماشہ بن کر رہ جاتی ہے۔علاوہ ازیں سیاسی افطار پارٹی مکمل دکھاوا اور محض رسم ہے؛ جو حالیہ چند برسوں سے مسلم معاشرہ میں چل پڑی ہے، بعض بعض جگہ تو مکروہات و محرمات کا بے دریغ ارتکاب کیا جاتا ہے، فرائض کی پامالی ہوتی ہے، احکام خداوندی کی توہین کی جاتی ہے اور سنتوں کا تو جنازہ نکالا جاتا ہے۔

نہ کسی کو اذان کی آواز کا پتہ ہوتا ہے نہ افطار کی دعا پڑھنے کا ہوش، نہ نماز مغرب کی فکر ہوتی ہے نہ آداب طعام کا پاس۔بس کسی نہ کسی صاحب حیثیت شخص سے ملنے اور اس سے تعارف کرانے کی بے تابی اور خود کو ان کی نظروں میں لانے کی جی توڑ کوشش ہوتی ہے۔

جہاں تک روزے داروں کی بات ہے تو اس طرح کی محفلوں میں ان کا خیال کسے ہوتا ہے اور انہیں کون خاطر میں لاتا ہے؟؟ زیادہ تر مواقع پر افطار کے لئے وقت کا خیال رکھنے میں بھی احتیاط سے کام لینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

مختصر یہ کہ ہمیں دعوت افطار کے حوالے سے اپنا احتساب کرنے اور اعمال کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ محض ایک مسنون و مستحسن کام کے لیے ہم کتنے محرمات کا ارتکاب کر رہے ہیں؟ کتنی سنتوں کو پامال کر رہے ہیں؟ کتنے فرائض کو بے دریغ چھوڑ رہے ہیں؟۔۔۔

خدا کرے کہ ہم مروجہ افطار پارٹیوں کا اہتمام کرنے اور بے روزہ دار متمول افراد کو رسماً کھلانے کے بجائے مستحق اور ضرورت مند لوگوں تک اپنا تعاون پہونچائیں، ان سے دعائیں لیں! اس طرح دنیا اور آخرت میں سرخروئی حاصل کریں۔

اصلاحی مضامین

زکوٰۃ کی ادائیگی دین ودنیا کی خیر وبرکت کا ذریعہ

مفتی صادق حسین قاسمی کریم نگری*

اسلام کی عمارت جن ستونوں پر قائم ہے ان میں سے ایک عظیم اوراہم ستون زکوٰۃ ہے، جواسلامی فرائض میں سے اوراسلام کی بنیادی تعلیمات میں سے ہے، اور یہ اسلام ہی کی دین ہے کہ اس نے زکوٰۃ کی شکل میں ایک ایسا ہمدردی وغم خواری، اورمساوات وبرابری کا نظام پیش فرمایا کہ جس کی نظیر مذاہبِ عالم میں نہیں ملتی۔ مال جواللہ کی ایک عظیم نعمت ہے اس کا صحیح استعمال، اور منصفانہ تقسیم کا زکوٰۃ میں بے مثال پیغام دیا گیا، قرآن کریم میں ستّر سے زیادہ مقامات پر نماز کے ساتھ زکوٰۃ کو بیان کیا گیا، زکوٰۃ کوادا کرنے سے بے شمار فوائد وبرکات حاصل ہوتے ہیں، اورایمان والوں کی اخلاقی اورروحانی تربیت بھی ہوتی ہیں، دنیوی اعتبار سے بھی اوراخروی لحاظ بھی بندۂ مومن کواس کے اثرات وثمرات ملتے ہیں۔

زکوٰۃ کی اہمیت:

قرآن کریم میں جس تاکید کے ساتھ نماز کو قائم کرنے کا حکم دیا گیا اسی تاکید کے ساتھ زکوٰۃ کوادا کرنے کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے، قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا گیا ہے وہاں پورے اہتمام کے ساتھ یہ بات کہی گئی ہے کہ جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو، یعنی بندہ کواس کی تلقین کی گئی کہ یہ مال ومتاع اوردولت وثروت جوانسان کے پاس موجود ہے وہ دراصل اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت ہے، اس مال کو جب بندہ حکمِ خداوندی کے مطابق خرچ کرتا ہے، اور مال کے جوحقوق عائد ہوتے ہیں اس کوادا کرتا ہے تواس کی وجہ سے باقی مال کی تطہیر ہوجاتی ہیں۔ زکوٰۃ اسلام کے فرائض میں سے ہے اوراسلام کے ارکان میں سے ایک ہے۔ قرآن وحدیث میں جابجااس اس کوادا کرنے کا حکم دیا اوراس کی ادائیگی میں مال ودولت کی خیر وبرکت کو پوشیدہ رکھا۔

زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر وعید:

زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی اورلاپرواہی کرنے والوں کے بارے میں سخت وعیدیں بھی بیان کی گئی۔

*مدیر ماہنامہ الاصلاح، کریم نگر

چناں چہ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی بھی سونے اور چاندی کا مالک اس کا حق ادا نہ کرے گا مگر یہ کہ قیامت کے دن اس کے لئے آگ کے پترے تیار کئے جائیں گے جنہیں جہنم کی آگ میں تپا کر اس کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ کو داغا جائے گا اور جب ایک پترا تپایا جائے گا تو اس کی جگہ دوبارہ لایا جائے گا ایسے دن میں جس کی مقدار ۵۰ ہزار سال ہوگی، یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلے کی کاروائی پوری ہو، پھر اسے معلوم ہوگا کہ اس کا ٹھکانا جنت ہے یا جہنم۔(مسلم:۱۶۵۳) ایک جگہ ارشاد ہے کہ: جس شخص کو اللہ تعالیٰ مال و دولت سے نوازے پھر وہ اس کا حق ادا نہ کرے تو وہ مال اس کے سامنے قیامت کے دن گنجے سانپ کی شکل میں لایا جائے گا، جس کی آنکھ کے اوپر دو سیاہ نقطے ہوں (جو اس سانپ کے شدید زہریلے ہونے کی نشانی ہے) یہ سانپ اس مال دار کے گلے میں قیامت کے روز طوق بن جائے گا، پھر اس کا جبڑا پکڑ کر کہے گا: میں ہوں تیر مال، میں ہوں تیرا خزانہ۔(بخاری:۱۳۲۰)

زکوٰۃ کی برکات:

زکوٰۃ ادا کرنے کی وجہ سے جو خیر و برکات ایک مسلمان حاصل کرتا ہے اگر ان کو ارشاداتِ نبوی کی روشنی میں دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جس شخص نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی اس نے اس کے شر کو دور کردیا۔(السنن الکبریٰ للبیہقی:۷۶۸۶) ایک جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: جب تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کی تو تم پر جو ذمہ داری عائد ہوئی تھی اس سے تم سبکدوش ہوگئے۔(ترمذی:۶۱۵) ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اپنے مالوں کو زکوٰۃ کے ذریعہ محفوظ کرو، اپنے بیماروں کا صدقہ سے علاج کرو، اور مصائب کے طوفانوں کا دعا و تضرع سے مقابلہ کرو۔(شعب الایمان للبیہقی:۳۲۷۳) ان احادیث سے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ ادا کرنے کی وجہ سے باقی مال محفوظ بھی ہوجاتا ہے اور وہ مال انسان کے لئے وبال اور ہلاکت کا سبب بھی نہیں بنتا ہے ورنہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: مال زکوٰۃ جب دوسرے مال میں مخلوط ہوگا تو ضرور اس کو تباہ کردے گا۔(معارف الحدیث:۳۰ ج ۴)

زکوٰۃ کی شکل میں بندہ جہاں ایک فریضہ کی ادائیگی کرتا ہے وہیں صدقہ وخیرات کرنے والے سعادت مند لوگوں میں بھی اس کا شمار ہوتا ہے اور صدقہ وخیرات کے بارے میں جہاں قرآن کریم میں بے شمار برکات کے حاصل ہونے کا ذکر فرمایا وہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس کے ذریعہ ملنے والی برکتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ: صدقہ اللہ کے غضب کو ٹھنڈا کرتا ہے، اور بری موت کو دفع کرتا ہے۔(ترمذی:۶۰۰) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: صدقہ سے مال میں کمی نہیں آتی (بلکہ اضافہ ہی ہوتا ہے)۔(مسلم:۶۹۵ ۴)

زکوٰۃ کی ادائیگی سے مومن دنیا میں خیر و برکات کے سایہ میں رہتا ہے اور آخرت میں اجر وثواب کا مستحق بنتا ہے، زکوٰۃ ادا کرنے سے مسلمان کے قلب کا تزکیہ اور نفس کی تطہیر ہوتی ہے، چناں چہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: **خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم و تزکیھم بھا** (التوبۃ:۱۰۴) اے نبی ﷺ! آپ ان مسلمانوں کے مال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجئے جس کے ذریعہ ان کے قلوب کی تطہیر اور ان کے نفوس کا تزکیہ ہو۔ مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ: زکوٰۃ کا نام غالباً اسی پہلو سے زکوٰۃ رکھا گیا ہے کیوں کہ زکوٰۃ کے اصل معنی ہی پاکیزگی کے ہیں۔ (معارف الحدیث ۲۱ ج ۴) اور بھی احادیث و آیات ہیں جس میں زکوٰۃ کی برکتوں کو اور صدقہ وخیرات کرنے کی خوبیوں کو بیان کیا گیا ہے، جب بندہ زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو ظاہری اعتبار سے بھی وہ بہت ساری مصیبتوں سے اور آفتوں سے محفوظ رہتا ہے، اس سلسلہ میں بڑا سبق آموز واقعہ شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ نے لکھا ہے کہ: ضلع سہارن پور میں بہٹ سے آگے انگریزوں کی کچھ کوٹھیاں تھیں، اس کے قرب وجوار میں بہت سی کوٹھیاں کاروباری تھیں، جن میں انگریزوں کے کاروبار تھے اور ان میں ایک مسلمان ملازم کام کیا کرتا تھا،، ایک دفعہ اس جنگل میں آگ لگ گئی، قریب کی ساری کوٹھیاں جل گئیں ایک کوٹھی کا ملازم اپنے انگریز مالک کے پاس بھاگا ہوا اور جا کر واقعہ سنایا کہ سب کوٹھیاں جل گئیں آپ کی بھی جل گئی۔ وہ انگریز لکھ رہا تھا، نہایت اطمینان سے لکھتا رہا، اس نے التفات بھی نہ کیا، ملازم دوبارہ زور سے کہا اس نے دوسری دفعہ بھی لاپروائی سے جواب دے دیا کہ میری کوٹھی نہیں جلی اور بے فکری سے لکھتا رہا، ملازم نے جب تیسری دفعہ کہا تو انگریز نے کہا کہ میں مسلمانوں کے طریقہ پر زکوٰۃ ادا کرتا ہوں اس لئے میرے مال کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، وہ انگریز کے اس جواب کو سن کر واپس آ گیا، آ کر دیکھا تو واقعی سب کوٹھیاں جل چکی تھیں مگر اس انگریز کی کوٹھی باقی تھی۔ (صدقہ کی برکات: ۲۱۷)

اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں اس کی حقانیت اور عظمت دکھائی، اور اس کے نتیجہ میں اسلام کی قدر ومنزلت اس کے دلوں میں پیوست ہوگئی ۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ زکوٰۃ کی ادائیگی سے مال میں خوب برکت بھی عطا کرتے ہیں، زکوٰۃ کی حسی خیر وبرکات کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے والے اور بے شمار آفتوں اور مصیبتوں سے اللہ کی حفظ وامان کا کھلی آنکھوں منظر دیکھنے والے بہت گذرے ہیں۔

زکوٰۃ کے فوائد:

احکامِ شریعت اور تعلیمات اسلامی میں اللہ تعالیٰ نے جہاں دینی نفع اور اخروی کامیابی کو مضمر رکھا وہیں دنیاوی فوائد اور ظاہری منافع بھی رکھے ہیں چناں چہ زکوٰۃ ہی کے نظام کو دیکھئے کہ اس سے جہاں ایک بندہ

اللہ تعالیٰ کی بندگی کا اعتراف کرتا ہے اور اپنا مال ومتاع حکم خداوندی کے مطابق مخصوص انداز میں لٹاتا ہے، ساتھ ہی بے شمار حسی فوائد سے بھی مالا مال ہوتا ہے اور اس کے نتیجہ میں دنیاوی بھلائی سے بھی ہمکنار ہوتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اپنے مخصوص انداز میں اس کی حکمتیں اور ظاہری فوائد بیان کرتے ہیں کہ: زکوٰۃ میں ذاتی مصلحت یہ ہے کہ وہ نفس کو سنوارتی ہے۔ اور اس کی چار صورتیں ہیں: ۱۔ انفاق سے بخل کا ازالہ ہوتا ہے، ۲۔ کبھی انفاق کا الہام ہوتا ہے، تو اس انفاق سے نفس خوب سنورتا ہے۔ ۳۔ انفاق جذبہ ترحم پیدا کرتا ہے۔ ۴۔ انفاق سے گناہ معاف ہوتے اور نفس مزکی ہوتا ہے۔ انفاق سے مملکت کو نفع پہنچتا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں: ۱۔ انفاق سے کمزوروں کو سہارا اور حاجت مندوں کو تعاون ملتا ہے۔ ۲۔ انفاق سے حکومت کی ضروریات پوری ہوتی ہیں اور رفاہی کام انجام پاتے ہیں۔ (رحمۃ اللہ الواسعۃ: ۴/ ۲۵)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے زکوٰۃ کی جو بنیادی اور اساسی مصلحتیں ذکر فرمائی وہ انتہائی جامع اور اہم ہیں، شاہ صاحبؒ نے ان خوبیوں اور امتیازات کو اپنے مختصر الفاظ میں بیان کر دیا، حقیقت یہ ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی ہی سے انسان کے اندر جذبۂ ہمدردی وغم خواری پروان چڑھتا ہے، کمزوروں اور ضرورت مندوں کی خدمت اور ان کی حاجات کی تکمیل کا موقع ملتا ہے۔ مفکر اسلام مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے زکوٰۃ کی خصوصیات کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: تبشیر و انذار ان خصوصیات میں سب سے نمایاں، بنیادی اور مؤثر چیز ایمان و احتساب کی وہ روح ہے جو اس فریضہ میں جان ڈالتی ہے۔

دوسری چیز جو اس کے اثرات ونتائج پر پورے طور پر اثر انداز ہے وہ اس کی شرعی ساخت اور حیثیت ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بلیغ ومعجزانہ الفاظ میں بیان فرمایا: خذمن اغنیائھم وترد علی فقرائھم (ان کے دولت مندوں سے لیا جائے اور ان کے غرباء میں تقسیم کیا جائے)

زکوٰۃ کا تیسرا امتیازی پہلو اخلاص، تواضع اور ممنونیت کی وہ روح ہے جو ہر لمحہ اس میں جاری وساری رہتی ہے، اس سے مراد زکوٰۃ کے آداب اعلیٰ اخلاق، اور دینی جذبات ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں بہت اہتمام سے بار بار کیا گیا اور زکوٰۃ دینے والوں کو ان صفات سے بہرہ ور ہونے کی ترغیب دی گئی۔

(ملخصا از ارکان اربعہ: ۱۴۵ تا ۱۵۴)

شیخ وھبۃ الزحیلی لکھتے ہیں کہ فرضیتِ زکوٰۃ کی چار خاص حکمتیں ہیں: مال پاکیزہ وبابرکت ہوجائے، فقراء ومساکین کا تعاون ہو، انسان کا نفس بخیلی وکنجوسی جیسی صفات سے محفوظ ہوجائے، مال کی نعمت کی وجہ سے انسان پر جو اللہ کا شکر لازم آتا ہے اس کی ادائیگی ہو۔ (الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۲/ ۷۲۱ دار الفکر)

زکوٰۃ کے ساتھ ہمارا سلوک:

زکوٰۃ بھی اسلامی فرائض میں سے ایک فرض ہے،اور سخت تاکید کے ساتھ اس کو ادا کرنے کا حکم دیا گیا اور نہ دینے والوں کے لئے خطرناک سزاؤں کو بیان گیا،ان تمام کے باوجود امت کی عجیب صورت حال ہے،لوگ نماز، روزہ کو فرض سمجھتے ہیں اور اس کو ادا کرنے کی حتی المقدور فکر کرتے ہیں لیکن زکوٰۃ کے بارے میں نہایت بے رخی کا معاملہ کیا جاتا ہے، مال ودولت کی کثرت اور صاحبِ نصاب ہونے کے باوجود بھی اس کی ادائیگی کی فکر نہیں ہوتی اگر کچھ لوگ کر بھی لیتے ہیں تو وہ اہتمام کے ساتھ جو دیگر فرائض کے سلسلہ میں کیا جاتا ہے۔اندازے کے مطابق کچھ رقم نکال کر یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ زکوہ کی ادائیگی ہوگئی جب کہ پورے مال کا حساب کر کے پورے شوق کے ساتھ زکوہ کو نکالنا چاہیے لیکن بہت سے وہ بھی ہیں جو زکوٰۃ کی ادائیگی کو ایک بوجھ سمجھتے ہیں اور پیسوں میں کمی کا تصور کرتے ہیں جب کہ حقیقت یہ کہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں سراسر خیر ہی خیر ہے اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ بے شمار بلاؤں اور آفتوں سے محفوظ فرما لیتے ہیں اور مال کو فضول چیزوں میں ضائع ہونے سے بچا لیتے ہیں۔اور جب زکوٰۃ کی ادائیگی میں سستی اور لاپرواہی کی جائے گی اور اس کو بوجھ سمجھا جائے گا تو نبی کریم ﷺ نے ایسی سخت وعید بیان کی ارشاد فرمایا کہ: جن لوگوں نے اپنے اموال کی زکوٰۃ روک لی ان کے لئے آسمان بارش روک دی گئی۔(الترغیب والترہیب:۱/ ۳۴۳) آپ نے یہ بھی فرمایا کہ: زکوٰۃ روکنے والے لوگوں کو اللہ تعالیٰ قحط سالی سے دوچار کردیتے ہیں۔(الترغیب والترہیب:۱/ ۳۴۳)

آج مسلمانوں کے پاس مال ودولت کی کمی نہیں ،اللہ تعالیٰ نے بہت خوش حالی اور فراخی عطا فرمائی اگر اصحابِ ثروت باضابطہ زکوٰۃ کو ادا کرنے کا اہتمام کریں گے تو جہاں خود ان کے لئے خیر و برکت کا ذریعہ ہوگا وہیں ملت کی ترقی اور بہبودی کا سبب بھی ہوگا ،غربت کے خاتمے کے دنیا میں نئے نئے قانون بنائے جائے اور معاشی ترقی کے اصول وضابطے مقرر کئے جائیں یہ تمام اسلام کے نظامِ زکوٰۃ کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے کیوں کہ زکوٰۃ کا خداوندی نظام ایسا عجیب وغریب اور لچکدار ہے کہ اس کو اصول کے مطابق نافذ کیا جائے تو خود بخود غریبی و مفلسی کا خاتمہ بھی ہوگا اور دنیا اونچ نیچ کی بھنور سے نکل جائے گی ،اخوت ومساوات ،ایثار و ہمدردی کا ماحول بھی پروان چڑھے گا،اور مال کی بے جا محبت بھی دل سے نکل جائے گی ،اس لئے صاحبِ نصاب مسلمانوں کو دین کے اس اہم شعبے پر بھی پورے ذوق وشوق سے عمل کرتے ہوئے ادائیگی زکوٰۃ کی فکر کرنی چاہیے، حیلے بہانے سے احتراز کرتے ہوئے خدا کا دیا ہوا مال اسی کے حکم کے مطابق اس کے راستے میں خرچ کرنا چاہیے اور ذہن میں یہ بھی رہنا چاہیے کہ زکوٰۃ کے اس پورے نظام کا فائدہ ادا کرنے والوں کو ہی کا پہنچنے والا ہے۔

اصلاحی مضامین

گلے ملیں نہ ملیں، دل ملائے رکھیے!

مولانا انصار اللہ قاسمی*

عید الفطر کا دن اپنی تمام مسرتوں، خوشیوں اور شادمانیوں کے ساتھ پھر ایک مرتبہ ہم پر سایہ فگن ہے، اس مبارک و مسعود دن میں فرحت و سرور کی یہ ساعتیں اور لمحات تمام عالمِ اسلام کے مسلمانوں کے لیے مبارک ہو، اسلام نفرت و عداوت اور تحقیر و اہانت کا نہیں بلکہ پیار و محبت اور الفت و انسیت کا مذہب ہے، یہ اپنے پیرو کاروں کو اخوت و بھائی چارگی اور محبت و ہمدردی کی تعلیم دیتا ہے، یہ تعلیم روزمرہ کی زندگی کے تمام مراحل اور معاملات اور مواقع کے لیے ہے، لیکن عید الفطر کے دن پیار و محبت سے متعلق اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے اور ان کو بجالانے کا خاص موقع ہوتا ہے، اس لیے اس دن ہمارے دل ہر طرح کی نفرتوں اور کدورتوں سے پاک ہونا چاہیے۔

آج کے اس خوشی و مسرت کے دن مسلمان مختلف طریقوں سے اپنے دینی و ایمانی بھائیوں کے ساتھ پیار و محبت کے آداب بجالاتے ہیں، خوش پوشاکی کے ساتھ خوش مزاجی کا بھی بھرپور مظاہرہ کرتے ہیں، چہروں پر تبسم اور مسکراہٹ سجائے ہوئے ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں، ایک دوسرے کو گلے لگا کر ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے اور بچھڑے ہوئے جسموں کو ملانے کی کوشش کرتے ہیں، گرمجوشی کے ساتھ مبارک بادی کے پیغامات کے تبادلے اور ان کی ترسیل ہوتی ہے اور کچھ منچلے نوجوان گلے ملتے وقت "کمر توڑنے" کا مقابلہ شروع کردیتے ہیں، اخوت و محبت کے ان سارے طریقوں اور مظاہروں کے پیچھے دراصل باہمی محبت اور الفت کا جذبہ کارفرما ہے۔

ایک بندۂ مؤمن اور مسلمان کی شان یہ ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے وہ کسی کے ساتھ دوستی و محبت کا تعلق قائم کرے اور اس کی کسی سے دوری اور دشمنی بھی اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہو، مسلمان اگر کسی کو چاہتا ہے تو صرف اس بنا پر کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نیک اور فرماں بردار بندہ ہے، کسی کو اگر وہ ناپسند کرتا ہے تو صرف اس وجہ سے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باغی ہے اور اسلام کا دشمن ہے، دوستی یا دشمنی ہر دو صورت میں مسلمان

* منتظم مجلس تحفظ ختم نبوت ٹرسٹ تلنگانہ و آندھرا

دنیوی فائدہ اور ذاتی مفاد پیش نظر نہیں رکھتا، اس کو احادیث میں اَلحبُّ فِی اللهِ وَ الْبُغْضُ لِلّٰہِ سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بندوں کے اعمال میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ وہ محبت ہے جو اللہ کے لیے ہو اور وہ بغض وعداوت ہے جو اللہ کے لیے ہو، (معارف الحدیث ۲/۱۹۷، کتاب الاخلاق) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بندۂ مومن کا یہ عمل کے کسی سے دوستی ودشمنی میں صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات اس کے پیش نظر ہو تو بلا شبہ یہ بہت اونچا مقام ہے، ایک دوسری حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے فرمایا کہ ایمان کے مضبوط ہونے کی دستاویز اور سند یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی سے محبت کرنا اور تعلق جوڑنا ہو اور کسی سے تعلق ختم کرنا ہو۔ (حوالہ سابق ۱/۱۴۱ کتاب الایمان) پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کسی سے محبت ونفرت خود باری تعالیٰ کی عظمت وتوقیر کا تقاضہ ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس بندہ نے بھی اللہ کے لیے کسی بندہ سے محبت کی اس نے اپنے رب عزوجل ہی کی عظمت وتوقیر کی، ایک جگہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ اعلان کی روشنی میں بڑی تفصیل اور وضاحت کے ساتھ فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے لیے کسی سے محبت ونفرت کرتے ہیں ان کا ہر تعلق ورشتہ اللہ تعالیٰ کی رضا وخوشنودی کے تحت ہوتا ہے، کوئی دنیوی فائدہ اور ذاتی مفاد اس میں نہیں ہوتا اور پھر خود اللہ تعالیٰ بھی اپنے ان نیک بندوں کو اپنی محبت کا پروانہ دیتے ہیں، حضرت معاذ بن جبلؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میری محبت واجب ہے ان لوگوں کے لیے جو باہم میری وجہ سے محبت کریں، میرے تعلق سے کہیں جڑ کر بیٹھیں، میری وجہ سے باہم ملاقات کریں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کریں۔ (ریاض الصالحین، ص: ۱۷۸، باب فضل الحب فی اللہ......)

کسی تعلق ورشتہ یا کسی غرض یا فائدہ کی وجہ سے کسی سے دوستی اور محبت کرنا یہ ایک انسانی فطرت ہے، آدمی کو اپنے اعزہ واقارب سے محبت ہوتی ہے، کوئی شخص کسی مالدار سے محبت کرتا ہے اس لیے کہ وہ اس کی معاشی اور مالی ضروریات کی تکمیل کرتا ہے، اس طرح کی محبت وچاہت میں قوم ومذہب کی تخصیص نہیں، یہاں تک کہ جانوروں اور درندوں میں بھی یہ محبت ہوتی ہے، کمال اور خوبی یہ ہے کہ کسی رشتہ اور قرابت کسی مالی لین دین اور کسی تحفے اور ہدیہ کے بغیر محض اللہ کے دین کی نسبت سے محبت وتعلق ہو، حدیث میں ان کی خاص فضیلت بیان کی گئی اور قیامت کے دن ان کے خصوصی مقام ومرتبہ کی نشاندہی کی گئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے خوش نصیب بھی ہیں جو نبی یا شہدا تو نہیں ہیں لیکن

قیامت کے دن بہت سے انبیاء اور شہدا ان کے خاص مقامِ قرب کی وجہ سے ان پر رشک کریں گے، صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں بتلا دیجئے کہ وہ کون بندے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہ لوگ وہ ہیں جنہوں نے بغیر کسی رشتہ ناطہ اور بغیر کسی مالی لین دین کے روحِ خداوندی (دین) کی وجہ سے باہم محبت کی، پس قسم ہے خدا کی ان کے چہرے قیامت کے دن نورانی ہوں گے، بلکہ سراسر نور ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر ہوں گے اور عام انسانوں کو جس وقت خوف و ہراس ہوگا اس وقت وہ بےخوف اور مطمئن ہوں گے۔ (معارف الحدیث ۲ / ۲۰۱، کتاب الاخلاق) اسی طرح قیامت کے میدان میں جب نفسا نفسی کا عالم ہوگا اور تمام انسان حیرانی و پریشانی میں ہوں گے اور سورج سوا نیزہ پر ہونے کی وجہ سے لوگ گرمی کی شدت سے بےچین و بےقرار ہوں گے، ایسے نازک موقع پر اللہ کے لیے محبت کرنے والے اور دوستی اور دشمنی رکھنے والے عرشِ الٰہی کے سایہ ہوں گے اور اس دن اللہ کے عرش کے سایہ کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ (ریاض الصالحین ص: ۱۷۶ باب فضل الحب فی اللہ......)

عید کے دن ایک دوسرے سے ملاقات کے لیے جانا ہوتا ہے، اس میں بھی یہ خیال کیا جاتا ہے کہ دوستی اور رشتہ داری کے تعلقات کو خوش گوار اور استوار رکھنا ہے، اس لیے جانا ہے، یہ مقصد اپنی جگہ ٹھیک ہے، لیکن اس کے ساتھ یہ بھی نیت ہونی چاہیے کہ مجھے اللہ واسطے ان سے محبت و تعلق ہے، اس لیے جا رہا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک شخص اپنے بھائی سے جو کسی دوسری بستی میں رہا کرتا تھا ملاقات کے لیے نکل پڑا اللہ تعالیٰ اس کی راہ گذر پر ایک فرشتہ کو اس کے انتظار میں بٹھا دیا، جب وہ شخص اس راستہ سے گذرا تو فرشتہ نے پوچھا: تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ میں اس بستی میں رہنے والے اپنے بھائی سے ملنے جا رہا ہوں، فرشتہ نے کہا: کیا اُس پر تمہارا یا اُس کا تم پر کوئی احسان ہے اور کوئی حق نعمت ہے جس کو تم پورا اور پختہ کرنے کے لیے جا رہے ہو؟ اس بندہ نے کہا: نہیں، میرے جانے کا باعث اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ اللہ کے لیے مجھے اس بھائی سے محبت ہے، فرشتہ نے کہا کہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس یہ بتانے کے لیے بھیجا ہے کہ اللہ تم سے محبت کرتا ہے جیسا کہ تم اللہ کے لیے اس کے اس بندہ سے محبت کرتے ہو۔ (ریاض الصالحین، ص: ۱۷۱ باب زیارۃ اہل الخیر)

عید کے دن مسلمان مصافحہ کرتے ہیں، مصافحہ کے موقع پر مزاج میں روکھاپن اور خشکی نہ ہو، ہاتھ ملانے والے کو اس کا احساس نہ ہو کہ آپ بادلِ ناخواستہ ناگواری اور ناراضگی کا ماسک لگائے ہوئے اس سے مصافحہ کر رہے ہیں، مصافحہ بالکل اچھے موڈ میں اور ہنستے مسکراتے چہرہ کے ساتھ ہونا چاہیے، ہنستے مسکراتے چہرہ کے ساتھ کسی کا استقبال کرنا اگرچہ دیکھنے میں معمولی اور چھوٹا کام ہے لیکن اس کو حقیر اور کم تر سمجھ کر چھوڑ دینا نہیں

چاہیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: کسی نیکی کو معمولی اور چھوٹی مت سمجھو اگر چہ تم اپنے بھائی سے مسکراہٹ لیے ہوئے گرم جوشی سے ملاقات کرو۔ (ریاض الصالحین: ۲۹۶ باب استحباب طیب الکلام......)

گلے لگانا یا گلے ملنا یہ عید کے دن کا ایک روایتی اور رسمی عمل ہے، اس عمل سے حقیقی محبت اور دوستی کا ادراک اور احساس تب ہی ہوگا جب صرف گلے سے گلے نہ لگائیں بلکہ دل سے دل بھی ملائیں، دلوں میں حسد، کینہ کپٹ اور عداوت وکدورت بدستور باقی ہو اور صرف گلے مل رہے ہوں تو یہ عمل صرف روایتی اور رسمی بن کر رہ جاتا ہے، اس لیے ان بیماریوں سے دلوں کا پاک ہونا ضروری ہے: بقول شاعر۔

وہ خود آرائی کہاں، خوشیوں کی اب تمہید کہاں
رسم ادا کر دیتے ہیں، مل لیتے ہیں اب عید کہاں

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: تم حسد کی بیماری سے بہت بچو، حسد آدمی کی نیکوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ (ریاض الصالحین، ص: ۵۵۹ باب تحریم الحسد) ایک جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: ''تم سے پہلے امتوں کی مہلک بیماری یعنی حسد اور بغض تمہاری طرف چلی آرہی ہے، یہ بالکل صفایا کر دینے والی اور مونڈ دینے والی ہے، میرے اس کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ یہ بالوں کو مونڈنے والی ہے بلکہ یہ مونڈتی ہے اور بالکل صفایا کر دیتی ہے دین کا، وَلٰکِنْ تحلُقُ الدِّیْنَ۔ (معارف الحدیث ۲/۲۱۷ کتاب الاخلاق) نیز یہ کہ جب تک دو مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے تعلق سے اپنے دلوں کے اندر دشمنی اور کینہ رکھتے ہیں وہ اپنے گناہوں کی مغفرت وبخشش کی نعمت سے محروم رہتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: ہر پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور شرک نہ کرنے والے ہر بندۂ مؤمن کی معافی کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے سوائے اُس آدمی کے جس کے بھائی سے اُس کی دشمنی ہو، باہمی دشمنی رکھنے والے اِن دو آدمیوں کے متعلق حکم ہوتا ہے کہ ان دونوں کو چھوڑے رکھو، یہاں تک یہ دونوں آپس میں صلح نہ کریں۔

(ریاض الصالحین، ص: ۵۵۸ باب النہی عن التباغض)

غرض یہ کہ خوشیوں، مسرتوں اور شادمانیوں والی عید کا یہ دن، ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے، بچھڑے ہوئے جسموں کو ملانے، نفرت اور عداوت کی دیواروں کو ڈھانے، ناچاقی اور نااتفاقی کے فاصلوں کو سمیٹنے، باہمی اختلافات کی خلیج کو پاٹنے کا دن ہے، جب یہ ساری خوبیاں ہوں گی تو ہماری عید کی خوشیاں دوبالا ہو جائیں گی، دلوں کی صفائی اور ان کے جوڑ کی اہمیت کے پس منظر میں عید الفطر کا یہ پیغام شاید قارئین کو پسند آئے۔

منظوم کلام

رمضان عبادت کا اک خاص مہینہ ہے

نتیجۂ فکر: مفتی اکرام الحسن مبشرؔ قاسمی*

رمضان عبادت کا اک خاص مہینہ ہے	رب سے ہی لگا کر لو اس ماہ میں جینا ہے

مہکے ہوئے گلشن ہیں ہر طرُح کی نعمت کے	دروازے کھلے ہیں سب اللہ کی رحمت کے
آئیں وہ بڑھیں آگے طالب ہیں جو جنت کے	اعمال کا موسم ہے، نیکی کا خزینہ ہے

رمضان عبادت کا اک خاص مہینہ ہے

دل اپنا لگانا ہے روزوں میں، تلاوت میں	مشغول ہی رہنا ہے ہر وقت عبادت میں
ہاتھ اپنے کھلے رکھنا انفاق و سخاوت میں	آقا کا عمل ہے یہ، بہتر یہ قرینہ ہے

رمضان عبادت کا اک خاص مہینہ ہے

مسجد میں، مکانوں میں پُرنور نظارے ہیں	ہر نیکی پہ بخشش کے وعدے ہیں، اشارے ہیں
بتلاؤ یہ اُن کو جو دکھ درد کے مارے ہیں	مشکل سے نکلنے کا رمضان سفینہ ہے

رمضان عبادت کا اک خاص مہینہ ہے

ہر ایک سے کرنا ہے ہمدردی و غمخواری	غفلت سے ہماری ہو ہوشیاری و بیداری
اللہ سے ملنے کی ہو شوق سے تیاری	اب عشقِ الٰہی کا جام ایسے ہی پینا ہے

رمضان عبادت کا اک خاص مہینہ ہے

اللہ کی خوشنودی اس ماہ میں پائیں گے	ہم قدر کی راتوں میں آنسو بھی بہائیں گے
اللہ کو ہم اپنے اس طرُح منائیں گے	پہونچائے خدا تک جو رمضان وہ زینہ ہے

رمضان عبادت کا اک خاص مہینہ ہے

افطار میں، سحری میں اکرامؔ دعا کرنا	رحمت سے مِرا دامن اللہ تو ہی بھرنا
تیرے لیے جینا ہو، تیرے لیے ہو مرنا	اب نور سے بھر جائے میرا یہ جو سینہ ہے

رمضان عبادت کا اک خاص مہینہ ہے

*استاذ شعبہ معہد الاشرف، اکبر باغ

فضائل وآداب

شب قدر؛ فضیلت و برکت کی رات

مولانا محمد طارق نعمان گڑنگی*

اللہ پاک نے زمین وآسمان کو پیدا کیا، کائنات میں رنگ برنگے درخت و پودے لگائے، بڑے بڑے پہاڑوں کو کھڑا کر دیا، زمین پہ پانی کو چلایا اور زمین کے نیچے بھی پانی کو پھیلایا، پھر اس زمین کو جنوں سے آباد کیا جب جنات نے فساد برپا کیا تو اللہ پاک نے اپنے خلیفہ کے طور پہ انسان کو بنایا جس نے آکر اس زمین کو آباد کیا۔ تمام مخلوقات کے لیے اللہ پاک نے رات اور دن کو بنایا اس سے فائدہ سب ہی حاصل کر رہے ہیں اور انسانوں کو اللہ پاک نے تمام مخلوقات میں سے اشرف بنایا، اور تمام مخلوقات پہ اللہ پاک نے فضیلت انسان کو دی پھر انسانوں میں سے بھی اللہ پاک نے بعض انسانوں کو بعض پر فضیلت دی سب سے افضل انسانوں میں انبیاء علیھم السلام ہیں اور انبیاء میں سے بھی اللہ پاک نے آخری نبی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چن لیا یہاں تک کہ اللہ پاک نے تمام انبیاء کا امام بھی بنا دیا. نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیگر انبیاء سے خصوصی شان حاصل ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعض چیزیں خصوصی طور پر ملی ہیں۔

مسلم شریف میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ صفتیں ایسی حاصل ہیں جو مجھ سے قبل کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔

(1) مجھے ایسا رعب اور دبدبہ عطا کیا گیا کہ مہینہ بھر کی مسافت تک کوئی موجود ہو تو وہ شخص بھی مرعوب ہو جائے۔

(2) میرے لئے ساری روئے زمین پاک اور مسجد بنا دی گئی میری امت میں سے جس کسی کو جس جگہ نماز کا وقت آجائے وہ اسی جگہ نماز پڑھ لے۔

(3) مجھ سے قبل کسی نبی کے لئے مال غنیمت حلال نہیں کیا گیا میری امت کے لئے حلال کر دیا گیا۔

(4) مجھے شفاعت کبریٰ دی گئی روز قیامت میں سب امتوں کے لئے عام طور پر اور اپنی امت کے لئے

*ناظم تعلیمات مدرسۃ البنات صدیقہ کائنات وجامعہ اسلامیہ انوار مدینہ مانسہرہ

اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو کر شفاعت کروں گا۔

(5) ہر نبی صرف اپنی قوم کی طرف بھیجا گیا اور مجھے کافۃ للناس (تمام لوگوں) کے لئے بھیجا گیا۔

بعض محدثین نے لکھا ہے کہ چھٹی خصوصیت لیلۃ القدر کا عطا ہونا ہے جیسا کہ سورۃ القدر کے شانِ نزول سے ظاہر ہوتا ہے۔

معارف القرآن (جلد ۸ صفحہ ۷۹۱) پر لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ایک ہزار مہینے تک اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کیا صحابہ کو رشک آیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں یہ رات عطا فرمائی۔ بعض روایات میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پہلی امتوں کی عمروں کو دیکھا کہ بہت زیادہ ہوئی ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت کی عمریں کم ہیں اگر وہ نیک اعمال میں انکی برابری کرنا چاہیں تو ناممکن ہے تو اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رنج ہوا تو اللہ نے اس کے بدلے میں یہ رات عطا فرمائی۔ (سبحان اللہ!)

اللہ پاک نے بعض راتوں کو بعض پر فضیلت بخشی اور بعض دنوں کو بعض دنوں پر فضیلت بخشی جیسے جمعۃ المبارک کو سید الایام کہا گیا تو اسی طرح لیلۃ القدر کو سید اللیل کا درجہ عطا کیا گیا کیونکہ قرآن مجید میں اس رات کو ہزار راتوں سے بہتر کہا گیا ہے۔

لیل اور یوم زمانے کے دو حصوں کے نام ہیں دن رات کو ملایا جائے تو چوبیس گھنٹے ایک دن کہلاتا ہے، سات یوم کو ایک ہفتہ، چار ہفتوں کو ایک مہینہ، بارہ ماہ کو ایک سال اور سو سالوں کو ایک صدی کہتے ہیں، جس کو دھر بھی کہتے ہیں۔ یہ سب زمانے کے حصے ہیں جیسے یہ حصے باہم برابر نہیں ایسے ہی ساعتیں بھی برابر نہیں ہیں کوئی افضل کوئی غیر افضل ہے۔ تمام صدیوں میں افضل صدی وہ ہے جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مقصود کائنات ہیں جس دن وہ ہستی پیدا ہوئی وہ سب سے افضل ہے۔

سالوں میں سب سے افضل وہ سال ہے جس میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہجرت فرمائی وہ سال یادگار ہے سن ہجری کے نام سے پکارا جاتا ہے پھر سال کے مہینوں میں افضل ماہ رمضان ہے اس کی راتوں میں افضل رات لیلۃ القدر ہے۔

لیلۃ القدر کا ایک معنیٰ

لیل کے معنی رات کے ہیں اور قدر کے معنی ہیں عظمت وشرف تو اس رات کو شرف حاصل ہوا ہے کیونکہ اس میں نزول قرآن مجید ہوا ہے قرآن مجید سب کتابوں میں عظمت وشرف والی کتاب ہے اور جس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر یہ کتاب نازل ہوئی وہ تمام انبیاء پر عظمت وشرف رکھتے ہے۔ اس کتاب کو لانے والے جبرائیل امین بھی سب

فرشتوں پر عظمت وشرف رکھتے ہیں تو یہ رات لیلۃ القدر بن گئی۔حضرت ابوبکر وراق ؒ فرماتے ہیں اس رات کو لیلۃ القدر اس وجہ سے کہتے ہیں جس آدمی کی اس سے قبل اپنی بے عملی کی وجہ سے قدر ومنزلت نہ تھی تو اس کو توبہ استغفار اور عبادت کے ذریعہ صاحب قدروشرف بنادیا جاتا ہے۔

قدر کادوسرا معنی

قدر کے معنی تقدیر وحکم کے بھی آتے ہیں اس اعتبار سے لیلۃ القدر کہنے کی وجہ یہ ہوگی کہ اس رات تمام مخلوقات کے لئے جو تقدیر ازلی میں لکھا ہے اس کا جو حصہ اس سال رمضان سے اگلے رمضان تک پیش آنے والا ہے وہ ان فرشتوں کے حوالے کردیا جاتا ہے جو کائنات کی تدبیر اور تنفیذ کے امور کے لئے مامور ہیں۔اس میں ہر انسان کی عمر اور موت اور رزق وغیرہ فرشتوں کو لکھوا دیا جاتا ہے یہاں تک کہ اس سال میں جس شخص کو حج نصیب ہوگا وہ بھی لکھ دیا جاتا ہے اور جن فرشتوں کو یہ امور سپرد کردیئے جاتے ہیں بقول حضرت ابن عباس چار ہیں (1) حضرت جبرائیل (2) حضرت میکائیل (3) حضرت عزرائیل (4) حضرت اسرافیل۔

(معارف القرآن بحوالہ قرطبی جلد ۸ صفحہ ۷۹۲)

اہم سوال اور اس کا جواب

بعض روایات میں ہے، یہ فیصلے لیل النصف من شعبان، شبِ برات میں ہوتے ہیں۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان دونوں روایتوں میں تطبیق ہے کہ ابتدائی فیصلے اجمالی طور پر شب برات میں ہوجاتے ہیں پھر اس کی تفصیلات لیلۃ القدر میں لکھی جاتی ہیں اور مقررہ فرشتوں کے سپرد کئے جاتے ہیں۔

(معارف القرآن بحوالہ قرطبی جلد ۸ صفحہ ۷۹۲)

لیلۃ القدر میں آسمان سے اتنے فرشتے اترتے ہیں کہ زمین پر جگہ تنگ ہوجاتی ہے کہ پاؤں رکھنے کی جگہ بھی نہیں ملتی تنزل الملٰءِکۃ والروح فرشتے بھی نازل ہوتے ہیں اور روح الامین بھی تشریف لاتے ہیں۔نیز احادیث میں بھی اس رات کی فضیلت کو واضح کیا گیا ہے۔

مختصر فضائل لیلۃ القدر

(1) اسی رات میں فرشتوں کی پیدائش ہوئی۔(مظاہر حق جدید ۲/ ۶۸۰)

(2) اسی رات جنت میں درخت لگائے گئے (ایضا)

(3) اسی رات حضرت آدم علیہ السلام کا مادہ جمع ہونا شروع ہوا۔(ایضا)

(4)اسی رات بنی اسرائیل کی توبہ قبول ہوئی۔(درمنثور)

(5)اسی رات حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے۔(درمنثور)

(6)اس رات میں بندوں کی توبہ قبول ہوتی ہے۔(درمنثور)

(7)اس رات میں آسمان کے دروازے کھلے رہتے ہیں۔

(8)حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ: اس رات میں رزق، بارش، زندگی، یہاں تک کہ اس سال حج کرنے والوں کی تعداد، لوح محفوظ سے نقل کر کے، فائلیں فرشتوں کے حوالہ کر دی جاتی ہیں۔ یکتب حاج بیتِ اللہِ (قرطبی)

(9)اس رات میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر پورا قرآن کریم نازل ہوا۔(مظاہر حق)

(10)اس رات میں آسمان سے بکثرت فرشتے اترتے ہیں جو مومنوں کو سلام کرتے ہیں، مصافحہ کرتے ہیں، ان کے لئے دعا خیر کرتے ہیں اور ان کی دعاؤں پر آمین کہتے ہیں۔ لا یلقون فیھا مؤمنا مؤمنۃ الا سلموا علیہ (تفسیر ابی السعود: ۴۸/۸)

(11)حضرت ابو ہریرہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد منقول ہے کہ: جو شخص ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے نیز شبِ قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کرے، تو اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

(12)حضرت انسؓ فرماتے ہیں: کہ ایک مرتبہ رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو شخص اس رات سے محروم رہ گیا، گویا ساری ہی خیر سے محروم رہ گیا۔(ابن ماجہ، کتاب الصیام)

عرش پر دھوم ہے فرش پر دھوم ہے،
ہے وہ بدبخت جو آج محروم ہے
پھر یہ آئے گی شب کِس کو معلوم ہے
ہم پہ لطفِ خدا آج کی رات ہے

شب قدر کی علامات

(1)حضرت انسؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ: وہ رات نورانی اور چمکدار ہوتی ہے نہ زیادہ گرم، نہ زیادہ ٹھنڈی۔

(2)اس رات میں صبح تک آسمان کے ستارے شیاطین کونہیں مارے جاتے (رات میں آسمان پر انگارہ اور شعلہ سا جو بھاگتا ہوا نظر آتا ہے وہ اس رات میں نہیں ہوتا)

(3)شب قدر کی صبح کو نکلنے والا سورج چاند کے مانند،شعاؤں وکرنوں کے بغیر طلوع ہوتا ہے۔

(4)سمندر کا کڑوا پانی بھی اس رات میں میٹھا پایا گیا ہے۔عذوبة المِاء الملح (درمنثور)

(5)اس رات میں انوار کی کثرت ہوتی ہے۔کثرة الانوار فِی تِلک اللیلَة (قرطبی)

(6)اس رات میں کتے کم بھونکتے ہیں اور گدھے بھی کم بولتے ہیں۔قِلة نبح الکِلابِ ونھِیقِ الحمارِ (صاوی: ۴/۷ ۳۳)

لیلۃ القدر میں ہم نے کیا دعا مانگنی ہے

لیلۃ القدر میں خدا تعالی کی رحمتوں کے تین سو دروازے کھلے ہوتے ہیں جو بھی دعا مانگو قبول ہوتی ہے وہ کریم ذات کسی کو بھی خالی نہیں لوٹاتی۔یہ رات دعا کی قبولیت کی رات ہے اپنے لئے، دوست واحباب کے لئے، اور والدین کے لئے، تمام گزرے ہوئے لوگوں کے لئے دعا مغفرت کرنی چاہئے، اور سفیان ثوریؒ کے نزدیک اس رات میں دعاء میں مشغول ہونا سب سے بہتر ہے۔(روح المعانی)

اور دعاؤں میں سب سے بہتر وہ دعا ہے جو حضرت عائشہؓ سے منقول ہے: اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے اور معاف کرنے کو پسند کرتا ہے تو مجھے بھی معاف فرمادے، اللھم اِنک عفو تحب العفو فاعف عنِی (ترمذی رقم: ۳۸۲۲)۔

مانگ لو مانگ لو چشم تر مانگ لو،
درد دل اور حسن نظر مانگ لو
کمبلی والے کی نگری میں گھر مانگ لو!
مانگنے کا مزا آج کی رات ہے

اس رات توبہ واستغفار کرنا چاہیے اور عجز وانکساری سے رو رو کر دعا کرنی ہے۔اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہم سب کو لیلۃ القدر کی برکات نصیب فرمائے۔(آمین یارب العالمین بحرمۃ سید الانبیاء والمرسلین)

راہِ حق قسط (۶)

مولانا محمد فاروق صاحب مفتاحی رحمہ اللہ

گنگا سے زمزم تک

حضرت مولانا محمد فاروق صاحب مفتاحی کشٹاپوری رحمہ اللہ ریاست تلنگانہ کے مؤقر عالمِ دین، دارالعلوم حیدرآباد اور مدرسہ فیض القرآن کشٹاپور کے مایہ ناز مدرس اور ناظم تھے، اُن کا خاندانی پس منظر اور اس کی تفصیلات خود حضرت مولانا رحمہ اللہ نے املا کروادی تھی، مولانا عرفات اعجاز اعظمی صاحب نے اس کو مرتب اور مہذب کردیا ہے، بڑی دلچسپ روداد اور عبرت خیز داستان ہے، افادہ کے لئے قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔ از مرتب غفرلہٗ

میرے جڑنے کے دو چار ماہ بعد مولانا عبداللہ قریشی صاحب اور ان کے چھوٹے بھائی بوجوہ مدرسہ سے سبک دوش ہوگئے، اب ساری ذمہ داری میرے اوپر آگئی۔ کچھ دنوں تک سلسلہ چلتا رہا مگر طریقہ کار میں تبدیلی کی ضرورت ہمیشہ محسوس ہوتی رہی اور شدت سے اس کا احساس ہوتا رہا کہ اس کو نومسلمین کے لیے خاص رکھنے کے بجائے دینی تعلیم کے لیے عام کردیا جائے، جس میں نومسلمین کے ساتھ مقامی اور بیرونی تمام طلبہ کو گنجائش ہو، اور اس کو بڑے ادارے کی شکل دیدی جائے، اس میں ایک طرف جہاں یہ فائدہ ہوگا کہ نومسلموں کو لباس، شعار، رہن سہن اور طرز معاشرت کا عملی تجربہ ہوگا اور ان کی بہت سی الجھنیں بڑا ماحول ہونے کی جگہ سے خودبخود رفع ہوجائیں گی، اور دوسری طرف دین کا ایک قلعہ بشکل مدرسہ قائم ہوجائے گا جس سے دین کی خدمت بڑے پیمانے پر ہوسکے گی۔

اس سلسلہ میں مشورے کے لیے کئی رات حضرت کے گھر لوگوں کا اجتماع ہوا جس میں حضرت کے مریدین اور خلفاء کے علاوہ بہت سے لوگ شریک ہوتے تھے۔ خصوصاً جناب رحیم الدین انصاری صاحب، جناب محمود صاحب جو حضرت کے خلیفہ بھی ہیں، جناب قطب الدین صاحب، جناب غوث محمد ہاشمی صاحب متعدد مرتبہ مشورے کے بعد یہ طے ہوا کہ ایک بڑا ادارہ قائم کیا جائے جس کا نام ”دارالعلوم حیدرآباد“ تجویز ہوا۔

دارالعلوم کے قیام کے بعد ”مدرسہ حسامیہ برائے نومسلمین“ کو ”دارالعلوم“ کا ایک شعبہ بنادیا گیا، جو

دارالعلوم کے زیرنگرانی کام کررہاہے، اور آج بھی نومسلموں کی تعلیم وتربیت میں یہ شعبہ سرگرم عمل ہے، جس میں نومسلموں کو خصوصی رعایتیں اور سہولتیں دی جاتی ہیں اور ان کی تعلیم وتربیت کا بہتر سے بہتر انتظام کرنے کی کوشش جاری ہے۔ اور ان شاء اللہ یہ شعبہ اور اس کی خدمات ہمیشہ جاری رہیں گی۔

دارالعلوم نے جب ترقی کے مراحل طے کرنے شروع کیے تو پرانی جگہ ناکافی محسوس ہونے لگی۔ چنانچہ پنچ شاہ کی ڈیوڑھی میں دارالعلوم کو منتقل کیا گیا، پھر وہاں سے نواب صاحب کنٹہ میں منتقل ہوا جہاں اللہ نے بڑی اچھی اور موقع کی زمین دلوائی۔ نواب صاحب کنٹہ میں ازبستاس (ٹین شیڈ) کی شکل میں مدرسے کی عارضی تعمیر کرائی گئی۔ اسی زمانہ میں دارالعلوم میں متعدد بڑی بڑی کانفرنسیں ہوئی تھیں، جس میں سرفہرست "دینی تعلیم کانفرنس" ہے، اس کے بعد "سیرت وحدیث کانفرنس" ہوئی، پھر "حج کانفرنس" اور "مسابقہ قرأت کانفرنس" ہوئی۔ الحمدللہ یہ سارے اجتماعات بہت کامیاب اور حددرجہ مفید ثابت ہوئے۔

اسی دوران والد صاحب کے دل میں ایک ایسا ادارہ قائم کرنے کا داعیہ پیدا ہوا جو علاقے میں دینی، تربیتی اور دعوتی کام انجام دے، چنانچہ والد صاحب نے چند مخلصین کے ساتھ جن میں جناب نظام الدین صاحب کشٹاپوری جو اس وقت ڈپٹی سرپنچ بھی تھے، بڑے زمینداروں میں ان کا شمار ہوتا تھا، جناب حافظ نثار احمد صاحب جو جوڑ گاؤں کے رہنے والے تھے، جناب معین الدین صاحب اور گاؤں کے چند نوجوان تھے، ان کو لے کر گاؤں کی مسجد میں فجر کی نماز کے بعد مشورہ کیا اور ان کے تعاون سے کشٹاپور میں ۱۵ر شوال ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۴ر جون ۱۹۸۷ء غالباً چہارشنبہ کو مدرسہ کا قیام عمل میں آیا جس کا نام "مدرسہ فیض القرآن" کشٹاپور تجویز ہوا۔

اس مدرسے کے قیام کا مقصد یہ تھا ہماری بستی اور اطراف کے بچے جو دور کے مدرسوں میں جاکر کسی وجہ سے دینی تعلیم حاصل کرنے کا تحمل نہ کرسکیں، وہ یہاں آکر دینی تعلیم حاصل کریں، اس مدرسہ کی ابتدا کے لیے والد صاحب نے اپنے مکان کی دوسری منزل خالی کردی اور اسی سے متصل ایک ایکڑ گیارہ کنٹہ والد صاحب کی زمین تھی، ایک ایکڑ تو مدرسہ کے نام وقف کردی اور گیارہ کنٹہ ہم بھائی بہنوں کے لیے چھوڑ دی، تاکہ ہم لوگ اپنے حساب سے اس میں مکان تعمیر کرسکیں، چنانچہ اسی گیارہ کنٹہ میں میں اور میرے چھوٹے بھائی نے مکان بنوایا ہے۔

اللہ کے فضل سے یہ ادارہ جس کی ابتدا آٹھ نو بچوں سے ہوئی تھی، آج اس میں تقریباً ۲۵۰/ بچے تعلیم حاصل کررہے ہیں، جن کے قیام، طعام، علاج، کپڑے اور خرچ وغیرہ کا کفیل مدرسہ ہی ہے، جو اہل خیر حضرات کے تعاون سے بحسن وخوبی مکمل ہورہا ہے۔ اس ادارے کے قیام کو ۲۳/ سال ہوگئے، اس کا بڑا اچھا اثر اطراف واکناف میں واضح طور سے نظر آرہا ہے۔ اس مدرسے کے ساتھ خدا کا خصوصی فضل یہ رہا ہے کہ دیہات

میں ہونے کے باوجود بروقت باصلاحیت مخلص اور کام کرنے والے نوجوان اساتذہ فراہم ہوگئے اور بزرگانِ دین کی توجہات اس مدرسے کو ہمیشہ حاصل رہی ہیں، جس کی برکت سے ہر کام بحسن وخوبی انجام پاتا رہا ہے اور ان شاء اللہ اسی روش پر قائم رہے گا۔ (جاری۔۔۔۔۔۔)

(بقیہ صفحہ ۶ سے)

فرمایا کہ جو شخص غلط بات بولنا اور غلط کام کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی حاجت نہیں کہ بندہ اپنے کھانے پینے کو چھوڑ دے۔

ذرا دیکھئے! کس قدر ناراضگی کا اظہار ہے، جو آدمی غلط کام کرنا نہ چھوڑے، غلط بات بولنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی حاجت نہیں کہ بندہ اپنا کھانا پینا چھوڑے؛ بہ ظاہر کھانا پینا تو بندے نے چھوڑ دیا ہے، لیکن کسی چیز سے پرہیز نہیں کرتا، زبان کی بے احتیاطی، اور بدنگاہی سے اجتناب نہیں کرتا، تو ناراضگی کے لہجہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو بھوکا رکھنا چاہتا ہے؟ اس کو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ میرا بندہ نہ کھائے نہ پیئے، وہ تمہارے اندر تقویٰ کی صفات پیدا کرنا چاہتا ہے، ان چیزوں کو چھوڑو گے تو تمہارے اندر تقویٰ کی صفات پیدا ہوں گی، اور تم اگر کسی چیز کو چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہو تو بھوک پیاس کے علاوہ تمہارا روزہ کچھ نہیں ہوا۔

ایک اور مقام پر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: روزہ ڈھال ہے، جب تک کہ اس کو پھاڑ نہ ڈالے ڈھال، دشمن کے حملہ کو روکنے کا ذریعہ ہے، نفس اور شیطان کے حملوں سے بچانے کے لیے روزہ کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے ڈھال بنایا ہے، اگر اس ڈھال کو ہم پھاڑ دیں گے تو پھر یہ دشمن کے حملہ سے ہم کو بچا نہیں پائے گا، اور روزہ کی ڈھال کا پھاڑنا کیا ہے؟ جن چیزوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے ان سے اپنے آپ کو بچا کر نہ رکھنا اور اس کی حفاظت یہ ہے کہ جن چیزوں سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے ان سے بچے کی فکر کرنا، جب ان سے بچا جائے گا تب روزہ ڈھال بنے گا۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہم تمام کو تقویٰ والی زندگی گذارنے اور روزے کا مقصد حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

فقہ وفتاویٰ

روزہ، تراویح واعتکاف سے متعلق چند احکام

از: مولانا مفتی ندیم الدین قاسمی*

پانچ چھ روزں کا فدیہ ایک مسکین کو دینا

سوال پانچ چھ روزوں کا فدیہ ایک مسکین کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: راجح اور مفتی بہ قول کے مطابق کئی روزوں کا فدیہ ایک مسکین کو دینا جائز ہے۔

(احسن الفتاوی ٤ / ٤٢١)

ایک ہی مسجد میں تراویح کی الگ الگ نماز

سوال: دومنزلہ مسجد کی ہر ایک منزل میں تراویح کی الگ جماعت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایک ہی مسجد میں مختلف جگہوں پر کچھ فاصلے سے دوسری جماعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایک ہی مسجد میں مختلف جگہوں پر جماعت کرنا مطلقاً مکروہ ہے اور یہ عمومی حکم جماعت تراویح کو بھی شامل ہے، لہذا ایک ہی مسجد میں تراویح کی الگ الگ جماعت کرنا جائز نہیں ہے خواہ ایک ہی وقت میں تراویح کی متعدد جماعتیں ہوں یا مختلف اوقات میں ہوں۔ (احسن الفتاویٰ: ٤ / ٥٢٦)

وتر کی جماعت شروع ہونے پر آنے والا شخص کیا کرے؟

سوال: اگر کوئی ایسے وقت آئے کہ وتر کی جماعت کھڑی تھی تو کیا وہ وضو کر کے وتر میں شامل ہو جائے یا عشاء کی نماز اور تراویح ادا کرے؟

جواب: پہلے فرض پڑھے اس کے بعد وتر کی جماعت میں شامل ہو جائے اس کے بعد تراویح پڑھے۔

(احسن الفتاوی ۳ / ٥١٧)

تراویح میں سہو

سوال: اگر کوئی تراویح کی دو رکعت پر بیٹھ کر سہواً اٹھ گیا، اور چار رکعت پوری کر لی تو تراویح کی دو رکعت ہوں گی یا چار رکعت؟ اور سجدہ سہو بھی واجب ہوگا یا نہیں؟ اگر دو رکعت پر نہیں بیٹھا تو پھر کیا حکم ہے؟

جواب: اگر دو رکعت پر بیٹھ کر کھڑا ہوا تو چار رکعت ہو گئیں، سجدہ سہو کی ضرورت نہیں ہے، اور اگر دو رکعت

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

کے بعد نہیں بیٹھا تو دو ہی رکعت ہوں گی اس صورت میں سجدہ سہو بھی واجب ہے، پہلی دو رکعتوں کا اعادہ کرلے اور ان میں پڑھا ہوا قرآن بھی لوٹا لے۔(احسن الفتاوی ۳ / ۵۱۳)

غیر مسلم کی دعوتِ افطار

سوال: اگر کوئی غیر مسلم دعوت افطار پر مدعو کرے تو اس کی دعوت کو قبول کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: اگر کوئی غیر مسلم دعوت افطار پر مدعو کرے تو اس کی دعوت کو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن آج کل ان کی دعوتیں سیاسی مقاصد کے لئے ہوتی ہیں اس لیے ان میں شرکت سے احتیاط کرنا چاہیے۔

(کتاب النوازل ۶/ ۳۵۰)

کس مسجد میں اعتکاف کرنا افضل ہے

سوال: کس مسجد میں اعتکاف کرنا افضل ہے؟ کیا کوئی اپنے محلہ کی مسجد چھوڑ کر کہیں دوسری جگہ اعتکاف کرسکتا ہے یا نہیں؟

جواب: بہتر یہ ہیکہ شہر کی بڑی مسجد میں اعتکاف کیا جائے لیکن اگر کسی مصلحت مثلاً مرشد اور عالم کی صحبت یا کسی دینی فائدہ کی غرض سے دوسرے شہر میں اعتکاف کیا جائے تو اس کی بھی اجازت ہے، اور اس کے لئے لوگوں کو ترغیب دینا بھی درست ہے۔(کتاب النوازل ۶ / ۴۱۳)

دمہ کا مریض کا انہیلر استعمال کرنا

سوال: بعض لوگوں کو دمہ کا مرض ہوتا ہے جس کی وجہ سے انہیں "انہیلر" کے استعمال کی ضرورت پیش آتی ہے، کیا روزہ کی حالت میں اسکو استعمال کرنے سے روزہ فاسد ہو جائے گا؟

جواب: اگر کوئی دمہ کا مریض ہو بغیر انہیلر کے استعمال کے رہ ہی نا سکتا ہو تو اس سلسلے معاصر مفتیان کی تین رائیں ہیں۔ الف: انہیلر کے استعمال سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے لہذا ایسا بیمار شخص روزہ نہ رکھے، بلکہ صحت ہونے کے بعد اس کی قضاء کرے، یا پھر فدیہ ادا کردے۔

ب: اس کے استعمال سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، لہذا ایسا شخص روزہ رکھے اور انہیلر کو استعمال کرے۔

ج: ایسے شخص کو انہیلر کے استعمال کے ساتھ ساتھ روزہ رکھنے کا بھی حکم دیا جائے گا لیکن صحت کے بعد احتیاطا قضاء کا بھی حکم ہوگا اگر وفات تک صحت مند نہ ہو تو فدیہ ادا کردے۔ اس تیسری رائے میں احتیاط زیادہ ہے۔(کتاب النوازل ۳ / ۳۸۷)

خبر نامہ

عالم اسلام کی خبریں

✷ پانچ برس بعد پہلا فلسطینی قافلہ عمرہ کی ادائیگی کے لئے روانہ ۔ (روز نامہ اعتماد، ۵/مارچ ۱۹ء)

✷ مسجد اقصیٰ میں داخلہ پر پابندی، اسرائیل کا نسل پرستانہ اقدام، مفتی اعظم فلسطین ۔(روز نامہ اعتماد، ۶/مارچ ۱۹ء)

✷ اسرائیل نے فلسطینیوں کو صاف پانی سے محروم کر دیا، معدنی دولت لوٹ لی ، ہر سال بیس ہزار نئے یہودی آباد کاروں کو بسایا جارہا ہے۔قاصد اقوام متحدہ مائیکل لائن کا بیان (روز نامہ اعتماد، ۲۰/مارچ ۱۹ء)

✷ بنگلہ دیش عنقریب روہنگیاں پناہ گزینوں کو دور دراز جزیرہ پر منتقل کرے گا۔(روز نامہ اعتماد، ۲۵/مارچ ۱۹ء)

✷ طیب رجب اردغان نے کہا کہ انتخابات کے بعد شام کا مسئلہ حل کریں گے ۔(روز نامہ سیاست، ۱/اپریل ۱۹ء)

✷ پاکستان میں ۴۴ فی صد بچے غذائیت کی کمی کا شکار، نیوٹریشن سروے رپورٹ ۔(روز نامہ اعتماد، ۱/اپریل ۱۹ء)

✷ جمال خشوگی کی اولاد نے سعودی حکومت سے ''خون بہا'' کی رقم حاصل کی ۔(روز نامہ سیاست، ۲/اپریل ۱۹ء)

✷ ترکی سے 3500 شامی پناہ گزینوں کی وطن واپسی ۔ (روز نامہ اعتماد، ۱۵/اپریل ۱۹ء)

✷ سعودی عرب میں ہائی ٹیک سنیما ہال کا افتتاح ۔ (روز نامہ سیاست، ۱۸/اپریل ۱۹ء)

✷ سعودیہ میں شراب خانوں، نائٹ کلبس کو لائسنس کیخلاف عوام کا شدید احتجاج

(روز نامہ سیاست، ۱۸/اپریل ۱۹ء)

✷ یو اے ای میں پہلے روایتی ہندو مندر کا سنگ بنیاد ۔ (روز نامہ سیاست، ۲۳/اپریل ۱۹ء)

✷ فلسطین میں کئی کنوؤں میں زہر ملا دیا گیا، صہیونی سازش بے نقاب ۔ (روز نامہ اعتماد: ۲۷/اپریل ۱۹ء)

✷ کیلیفورنیا میں مسلمان سمجھ کر انتہا پسند امریکی نے کار راہروں میں گھسا دی، 8 افراد زخمی (سیاست، ۲۸/اپریل ۱۹ء)

✷ سعودی شہری سرلنکا میں نقاب پر پابندی کا احترام کریں؛ سفارتخانہ۔ (روز نامہ اعتماد، ۱/مئی ۱۹ء)

✷ سری لنکا میں بھی ڈاکٹر ذاکر نائیک کے پیس ٹی وی پر پابندی ۔ (روز نامہ سیاست، ۱/مئی ۱۹ء)